جلد 23 شمارہ 4 ماہ اپریل 2021ء شعبان / رمضان 1442ھ

ماہنامہ فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ
فلاحِ آدمیت
گوجرانوالہ
بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ
محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت
فلاحِ آدمیت
عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار
نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042
مجلس ادارت
مدیر
احمد رضا خان
0321-6400942
معاون مدیر
شہزاد محمود بخاری
0301-7430525
نائب مدیر
سید رحمت اللہ شاہ
0333-4552212
خالد مسعود، وحید احمد پیرخان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی
ترسیل: فهد محمود ، محمد رياض
شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com
پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا
قیمت شمارہ -/30 روپے
سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

مقامِ محبت (قندِ مکرر)

(قبلہ محمد صدیق ڈارؒ)

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ بے پناہ محبت کرتے ہیں۔حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ اپنی مخلوق کے ساتھ ستر ماؤں سے بھی زیادہ مہربان ہے اور جو انسان جتنا زیادہ اللہ کا مقرب ہوتا ہے اتنا ہی وہ اسکی مخلوق کے ساتھ پیار کرتا ہے۔بنی نوع انسان میں سے اللہ کا سب سے زیادہ قرب حاصل کرنے والی ذات حضور رسالت مآب فخر موجودات سید الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہے۔آپ ﷺ اللہ کے قرب کے جس مقام پر پہنچے وہاں نہ کبھی کوئی پہنچا نہ ہی پہنچ سکے گا۔دوسرے تمام انسانوں کی معراج کا انحصار حضور ﷺ کے اتباع کے مدارج پر ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ کے بعد اللہ کی مخلوق کیلئے سب سے زیادہ محبت آپکے دل میں ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی رؤف ورحیم اور رحمت اللعالمین کے خطابات سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب ورضا کے طالب اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہوتے ہیں کہ اس کائنات کی تخلیق کا باعث ہی محبت ہے۔محبت ہی وہ امانت تھی جس کے اُٹھانے سے زمین اور آسمان ڈر گئے لیکن حضرت انسان نے اسے اٹھالیا کیونکہ اسے پیدا ہی اللہ کی عبادت یعنی محبت واطاعت کیلئے کیا گیا تھا۔اللہ کے دین کی اساس بھی محبت ہی ہے اور تمام عبادات کی روح بھی یہی ہے۔محبت کے ساتھ انجام دیئے گئے چھوٹے چھوٹے اعمال بھی اللہ کے ہاں مقبول ہو کر مغفرت کا سبب بن جاتے ہیں۔اس کے برعکس اگر ارکان اسلام میں اللہ کی محبت شامل نہ ہو تو سب کچھ رد کر دیا جاتا ہے۔جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے کہ

شوق تیرا گر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

انسان کی زندگی کا مقصود اللہ تعالیٰ کا قرب اور دیدار حاصل کرنا ہے۔ دین کے اوامر و نواہی کا مقصود ہی یہ ہے کہ انسان خواہشات نفس اور ہوا و ہوس کا غلام بننے کی بجائے صرف اللہ کا عبد یعنی غلام بن جائے۔ اس کا تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہو جائے اور اس پر اللہ کی صفات کا رنگ چڑھ جائے۔ اس کے دل سے دنیا کی محبت نکل جائے اور اس کی جگہ اللہ اس کے رسول اور اس کی مخلوق کی محبت گھر کر جائے۔ حضور رحمت اللعالمین ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے اور اللہ کی محبت ہر نیکی اور خوبی کا منبع ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ خرابی کی جڑ دنیا کو نہیں بلکہ دنیا کی محبت کو فرمایا گیا ہے۔ دنیا اور اس میں جو کچھ بھی ہے اسے تو پیدا ہی انسان کیلئے کیا گیا ہے اور انسان کو زمین کی خلافت کیلئے خلق فرمایا گیا اور اس منصب پر فرشتوں اور جنوں کو بھی رشک آیا تھا۔ اس لئے خرابی دنیا میں نہیں ہے بلکہ اس کی محبت میں پھنس کر اللہ کو بھول جانے میں ہے۔ انسان کا شرف کمال انسانیت پر فائز حضور سید الانبیا ﷺ کا اتباع کرتے ہوئے اللہ کی محبت کا حصول ہے۔ جو انسان اللہ کی محبت کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اس سے عفو و درگزر، حلم و برداشت، سخاوت و ایثار اور ہمدردو خدمت جیسے فضائل کا اظہار ہونے لگتا ہے۔ حضور ﷺ نے جب بھی مثالی مومن کی پہچان کے بارے میں ارشاد فرمایا تو ہمیشہ دوسرے انسانوں کے ساتھ اس کے رویے اور برتاؤ کو ہی برتری کا معیار قرار دیا۔ آپ ﷺ نے اللہ کی محبت کے حصول کیلئے اللہ کی مخلوق کی خدمت کا راستہ دکھایا۔ اللہ کے دین میں تمام عبادات اور کثرت ذکر کا مقصود ہی یہ ہے کہ اس سے اخلاقی رذائل زائل ہوتے چلے جائیں اور ان کی جگہ فضائل پیدا ہو جائیں۔ اللہ کی راہ میں جیسے جیسے انسان آگے بڑھتا ہے ویسے ویسے اس میں انسانوں کی خدمت کا جذبہ بھی ترقی

کرتا چلا جاتا ہے۔حضور محسن انسانیت ﷺ نے حُسن اخلاق محبت و مؤدّت اور تکریم انسانیت کو ہی ایمان کا پیمانہ قرار دیتے ہوئے جو ارشادات فرمائے۔

☆......ایمان لانے کے بعد سب سے بڑی نیکی انسانوں سے محبت کرنا ہے۔

☆ ......تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرے۔

☆......خدا کی قسم تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے بھائی کیلئے وہی کچھ پسند نہ کرو جو اپنی ذات کیلئے کرتے ہو۔

☆......تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

☆......سب سے اچھا انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں کو نفع پہنچائے۔

☆......قیامت کے روز مومن کے نیکیوں والے پلڑے میں سب سے وزن والی چیز خوش خلقی ہوگی۔

الغرض سچا مومن وہ ہے جس کے دامن میں انسانوں کو امن و امان ملے اور پکا مسلم وہ ہے جو دوسروں کی سلامتی اور بھلائی کیلئے کوشاں رہے۔حکیم الامت نے اسلام کے ترجمان ہونے کی حیثیت سے انسانوں کی محبت اور خدمت کو ہی خیر و خوبی کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے
محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے

شراب روح پرور ہے محبت نوع انساں کی
سکھایا اس نے مجھ کو مست بے جام و سبو رہنا

یقیں محکم عمل پیہم ، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

جو تو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں
غلامی ہے اسیر امتیازِ ماو تو رہنا

جن لوگوں نے اسلامی انقلاب کی روح اور حضور نبی کریم ﷺ اور صوفیاء کرام کے فیض صحبت کے اثرات کا بنظرِعمیق مطالعہ کیا ہے یا کسی اللہ والے کی مجالس میں حاضر ہو کر روحانی فیض کا عملی تجربہ حاصل کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ کی محبت اہل محبت کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔جس طرح علم اہل علم سے،فن اہل فن سے اور ہنر اہل ہنر سے حاصل کیا جاتا ہے۔اسی طرح دل میں اللہ کی محبت کی جوت کسی اہل دل کی نظر اور توجہ ہی سے جگائی جا سکتی ہے حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں۔

می نہ روئید تخم دل از آب و گل
بے نگاہے از خداوندان دل

یعنی اللہ تعالی نے روز الست ہی اپنی محبت کا جو بیج ہر انسان کی روح میں ڈال دیا تھا وہ مٹی اور پانی سے نہیں اُگتا بلکہ اسے اہل دل یعنی اللہ والوں کی نگاہ کی ضرورت ہوتی ہے۔اور یہی درحقیقت بزرگوں کا اصل کام ہے کہ انسانوں کے دلوں میں اللہ کی چھپی ہوئی محبت کو بیدار کر کے انہیں اللہ کی محبت اور اطاعت کے صراط مستقیم پر ڈال دیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب کوئی مردِ کامل مل جائے تو اس کے روحانی فیض سے دل میں چھپا ہوا محبت کا بیج پھوٹ پڑتا ہے جس سے دل سراپا نور ہو جاتا ہے۔ دل میں وہ چنبے کی بوٹی لگ جاتی ہے کہ جب ذکر کی آبیاری سے اس پر بہار آتی ہے تو انسان کی نس نس میں محبت کی خوشبو بس جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی اطاعت میں لطف آنے لگتا ہے۔ اللہ کے ذکر سے دل کو اطمینان کی دولت عطا ہوتی ہے۔ نمازیں اللہ کی حضوری والی اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بن جاتی ہیں۔ اللہ کی محبت سے قلب و روح کو وہ انوکھی لذت ملتی ہے کہ انسان دنیا کے مال و متاع سے بے نیاز ہو کر دائمی مسرت جیسی نعمت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

سلسلہ توحیدیہ میں یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خیر خواہی، اصلاح و فلاح اور محبت و خدمت کے منشور پر عمل کئے بغیر اللہ کا قرب حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ بانی سلسلہ نے ''طریقت توحیدیہ'' میں محبت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

''اخلاق حسنہ پیدا کرنے کیلئے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ تمام مخلوق خدا کے ساتھ ایک عالمگیر محبت کا جذبہ پیدا کرو اور اپنے دل و دماغ اور روح کو محبت کے رنگ میں رنگ لو۔ اگر تم ولی اللہ بننا چاہتے ہو اور اگر تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ محبت کرے تو ضروری ہے کہ تم اس کی مخلوق سے محبت کرو۔ مجنوں تو لیلیٰ کے کتے سے بھی محبت کرتا تھا۔ تم کیسے محبّ ہو کہ اپنے محبوب کی مخلوق سے بھی محبت نہیں کرتے۔''

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

باباجانؒ سے یہ سوال کیا گیا کہ یہ تصوف کی تعلیم جو ہے یہ سب لوگوں کے لئے ہے! یا صرف کچھ خاص لوگوں کے لئے ہے؟

باباجانؒ فرمانے لگے: کون سا کام ہے، جس میں سب لوگوں کو ایک جیسی ٹریننگ دی جاتی ہے؟ اب ڈاکٹر ہیں۔ سب ایم بی بی ایس (MBBS) کرکے آتے ہیں۔ اب آگے جس کا شوق ہے۔ جو Specialization کرنا چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ کوئی Heart میں جانا چاہتا ہے، کوئی Neurology میں جانا چاہتا ہے، کوئی Orthopedic کی طرف جانا چاہتا ہے۔ بندہ ایم بی بی ایس ہو گیا تو ڈاکٹر وہ بن گیا۔ بعد میں اپنی مرضی سے آگے چل سکتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بدو آیا۔ اس نے کہا حضور ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں بتا دیں۔ آپ ﷺ نے اسے بتایا کہ اسلام یہ ہے کہ کلمہ پڑھو، نماز پڑھو، اور یہ کام کرو۔ اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ اس نے نماز کا پوچھا تو فرمایا کہ پانچ ہیں۔ اس نے پوچھا کہ اس سے زیادہ تو نہیں ہیں؟ فرمایا گیا کہ پانچ ہی ہیں۔ روزے کا پوچھا تو فرمایا کہ تیس ہی ہیں۔ زکوٰۃ ڈھائی فیصد ہے۔ حج اگر پیسے ہیں تو کرو۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے کلمہ پڑھ لیا ہے پانچ نمازیں میں نے نہیں چھوڑنی، چھٹی میں نے پڑھنی نہیں!! پانچ ہیں تو پانچ ہی پڑھوں گا۔ روزے تیس رکھوں گا، اکتیسواں میں نہیں رکھوں گا۔ زکوٰۃ ڈھائی فیصد دوں گا۔ پیسے ہوئے تو

حج کروں گا۔ چلا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ سچ کہہ رہا ہے تو کسی نے جنتی کو دیکھنا ہے تو اس کو دیکھو۔

ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز، یہ تیس روزے، ڈھائی فیصد زکوٰۃ، اور توفیق ہو تو حج کا فریضہ ادا کرو، یہ Minimum سلیبس ہے۔ یہ Minimum سلیبس کامیابی کے لئے ضروری ہے۔ (حضور ﷺ نے) یہ نہیں کہا کہ صرف یہی ہے، اس سے زیادہ نہیں کرنا۔ ہاں!! آگے درجات ہیں۔ جس بندے میں پیار ہو، جو ذوق رکھتا ہے، وہ زیادہ کرے۔ ہر بندہ تو ایسا نہیں ہوتا جس میں ذوق ہو۔ قرآن میں ذکر کا لکھا ہوا ہے۔ بہت سی آیات ہیں۔ اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ اُٹھتے، بیٹھتے، لیٹے ہر حال میں اس کو یاد کرو۔ اب جو ان قرآنی آیات کو پڑھتا ہے وہ یہ کیوں نہیں کرتا جبکہ ذکر کا حکم ہے۔ انسان ذکر کرے بلکہ سب کو کرنا چاہئے۔ صرف نماز کیوں؟

سب کے لئے ہے۔ ہر کوئی کر سکتا ہے۔ کسی بھی Profession میں آگے جو Specialization ہوتی ہے وہ ہر ایک کے لئے ہوتی ہے۔ جو جو آگے Willingly جانا چاہتا ہے، وہ جا سکتا ہے۔ قرآن میں جو بات لکھی ہوئی ہے وہ سب کے لئے ہے۔ قرآن میں پانچ نمازوں کا ٹائم دیا گیا ہے تو وہاں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّداً وَّقِيَاماً۔ (سورۃ الفرقان ۲۵۔ آیت ۶۴)

"ان کی راتیں قیام اور سجدے میں گزرتی ہیں۔" حضور ﷺ کے اسوۂ مبارک میں بھی لکھا ہوا ہے کہ آپ ﷺ رات کو اتنا قیام کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے پائے مبارک میں ورم آجاتا تھا۔ اتنا لمبا قیام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نفل پڑھ رہے تھے تو ایک صحابی ساتھ جا کے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے سورۃ البقرہ شروع کی۔ انہوں نے سوچا کہ سو آیت پر رکوع ہو گا۔ سورۃ البقرہ بھی ختم ہو گئی پھر جا کے رکوع ہوا۔ رکوع بھی اتنا لمبا تھا جتنا کہ قیام تھا۔ سجدہ کیا تو وہ بھی اتنا لمبا تھا جتنا کہ رکوع تھا۔

وہ ذکر اس سے آگے کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ قرآن ہی ہے بس! اس (قرآن) کو بھی

ذکر کہا گیا۔ مگر وہ جو سمجھتے تھے وہ اسے پڑھتے تھے اور ساتھ ساتھ درجات کے لئے مزید کرتے تھے وہ سورۃ الاحزاب میں ارشادِ ربانی ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا. (سورۃ الاحزاب۔ آیت ۴۱)

ترجمہ: ''اے اہلِ ایمان! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔''

کثرت کا مطلب ہے سب سے زیادہ۔ نمازیں پانچ فرض ہیں۔ روزے تیس۔ لیکن ذکر کی تعداد متعین نہیں ہے۔ کہا کہ سب سے زیادہ ذکر اللہ کا کرو۔ یعنی حساب کتاب ہو تو سب سے زیادہ ذکر ہی ہو۔

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيْفَةً وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَكُن مِّنَ الْغَافِلِيْن. (سورۃ الاعراف ۷۔ آیت ۲۰۵)

ایسی کوئی گھڑی نہیں ہونی چاہئے جس میں تم غافل ہو جاؤ۔

سارے کریں۔ اندر وہ بات اُٹھتی ہے کہ نہیں اُٹھتی! یہ اللہ کی مرضی ہے۔ جن بھائیوں کو ذوق شوق ہے وہ کر لیں۔ پانچ نمازوں سے جنت مل جائے گی۔ یہ کوئی حویلی نہیں ہے کہ جس میں جو سارے داخل ہو گئے وہ ایک جیسے ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ وہ بدو جس نے کلمہ پڑھ لیا، وہ بھی جنت میں چلا گیا۔ جس نے سچے دل سے پڑھ لیا اس کی جنت میں Entry ہو گئی۔ اب درجات جو ہیں وہ نیکیوں سے ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کی ایک نیکی بھی زیادہ ہو گی وہ دوسرے بھائی سے ایک درجہ بلند ہو گا۔ ایک درجہ کا فرق وہاں ایسے ہے جیسے یہاں زمین اور آسمان ہے۔ اگر ذرّے ذرّے کا حساب ہونا ہے تو ذرّے ذرّے کا اجر بھی ملے گا۔ ایسے درجات ملیں گے۔ کوشش جو ہے وہ تو ان درجات کے لئے ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ سارے برابر ہو گئے۔

کوئی مرتے وقت سچا کلمہ پڑھ رہا ہے وہ جنت میں چلا گیا۔ اس کے پچھلے گناہ معاف ہو گئے

اب وہ گیٹ سے داخل ہو گیا۔ جنت میں تو آ گیا۔ آ گے جو Higher stations ہیں وہ ان میں تو نہیں جا سکتا۔ ایک آدمی کو اللہ نے توفیق دی ہے۔ اس نے کلمہ پڑھا، نمازیں پڑھیں۔ ساری عمر اسی طرح گزاری۔ چالیس، پچاس، ساٹھ، یا ستر سال نمازیں پڑھتے رہے، قرآن پڑھتے رہے، اللہ کا ذکر کرتے رہے، وہ سب جیسے حضورﷺ نے فرمایا کہ الٓم جو پڑھتا ہے، اسے تیس (۳۰) نیکیاں ملتی ہیں۔ آپ نے پتا نہیں کتنے قرآن مجید پڑھے ہوں گے۔ کتنا کچھ کیا۔ یہ Stock جو ہے وہ آپ کے ساتھ ہے۔ اب ایک بندہ ہے۔ اس کی عمر اسی (۸۰) سال ہے۔ وہ اناسی (۷۹) سال کی عمر میں آ کر مسلمان ہوتا ہے۔ یہ نمازیں پڑھے تو اس کی نمازوں کا Stock جو ہے وہ One year ہے۔ اب اس کے مطابق ہی اس کی بلندی ہو گی۔ یہ جنتی ہے۔ جنت میں چلا جائے گا۔ جنت میں ہے لیکن اس کے درجات جو ہیں جتنی نمازیں اس نے پڑھیں ان کے حساب سے ہے۔ کئی ہوں گے جنہوں نے نہیں بھی پڑھی ہوں گی۔

جنگِ بدر میں ہے یا اُحد میں کہ ایک مسلمان جو تھا کفار کی فوج سے اِدھر آ گیا۔ حضورﷺ سے بات کی کہ یا رسول اللہﷺ! اگر میں ابھی مسلمان ہو کے جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں تو میں جنت میں چلا جاؤں گا؟ فرمایا: بے شک جنت میں چلے جاؤ گے۔ اس نے کلمہ پڑھا، تھوڑی دیر بعد جنگ ہوئی، واقعی شہید ہو گیا۔ آپﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی نے ایسے سپاہی کو دیکھنا ہے جس نے کوئی نماز نہیں پڑھی، کوئی روزہ نہیں رکھا، کوئی زکوٰۃ نہیں دی، کوئی حج نہیں کیا، اور جنت میں چلا گیا؟ فرمایا: وہ یہ سپاہی ہے۔ ابھی مسلمان ہوا، جنگ ہوئی، شہید ہو گیا، چلا گیا۔ جنت میں چلا گیا۔ شہادت مل گئی لیکن باقی جو درجات ہیں، جو اللہ کے ذکر سے ملتے ہیں، وہ نہیں ہوں گے۔

ایک صحابیؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہﷺ! سب سے زیادہ ثواب کسے ملتا ہے؟ فرمایا: جو سب سے زیادہ نیکی کرتا ہے۔ دوبارہ پوچھا: یا رسول اللہﷺ جو نمازیں پڑھتا ہے اس میں سب سے زیادہ ثواب کس کو ملتا ہے؟ فرمایا: جو سب سے زیادہ ذکر کرتا ہے۔ اس صحابی نے دوبارہ پوچھا:

یا رسول اللہﷺ روزے والوں میں سب سے زیادہ ثواب کسے ملتا ہے؟فرمایا: وہ جو سب سے زیادہ ذکر کرتا ہے۔ان صحابی رسولﷺ نے باری باری سارے اعمال پوچھے مگر رسول اللہﷺ یہی فرماتے رہے کہ جو سب سے زیادہ ذکر کرتا ہے۔اس کے ثواب کی Multiplication جو ہے اس سے وہ بڑھ جاتا ہے۔

ذکر کیا ہے؟ محبت ہے۔محبت کے بغیر کون ذکر کرتا ہے؟ جس کو محبت ہے وہی ذکر کرتا ہے اس لئے فرمایا کہ اس کو ثواب زیادہ ملتا ہے جو اللہ کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔اب یہ Catagory ہوگی سب جگہ۔باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) نے بھی فرمایا نعرہ مارا: اللّٰــہ! خدا کی قسم جنت تو ایک دفعہ اللہ کہنے سے مل جائے گی۔جو روحانی درجات ہیں، ان کی بات کریں۔اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔اللہ نے فرمایا بھی سورۃ الــواقــعــہ میں کہ تین گروہ ہوجائیں گے۔بائیں ہاتھ والے، دائیں ہاتھ والے، اور ایک وہ جو

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ . اُوْلٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْن. (سورۃ الواقعہ ۵٦۔آیات ۱۰۔۱۱)

تیسرا گروہ وہ ہوگا جو سب سے آگے نکلنے والا ہوگا۔وہ مقربین ہوں گے۔یہ داہنے ہاتھ والے یا جنت والے نہیں ہوں گے۔وہ ایک اور طبقہ ہوگا جو (VIP) ہوں گے۔وہ اس میں ہوں گے۔باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے سارے حلقے والے السّٰــبِقُــوْنَ السّٰــبِقُوْنَ بن جائیں۔کسی مرشد سے بیعت ہونا۔اللہ کا پیار اور اس کی تربیت لینی، اور کام کرنا۔فرمایا کہ کرو۔سارے پہنچو۔

انسانی سیرت کی تعمیر میں روزے کا کردار

(ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰؒ)

روزے کا مقصد قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

یعنی "اے مسلمانو! تم پر روزے فرض قرار دیئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے اور لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔" اس آیت سے معلوم ہوا کہ روزے کا اصل مقصد تقویٰ اور پرہیزگاری کا حصول ہے۔ اس اعتبار سے انسانی سیرت کی تعمیر میں روزہ انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ آیئے اس بات پر غور کریں کہ روزہ کا اور پرہیزگاری کا ایک دوسرے سے کتنا گہرا تعلق ہے۔

دنیا بھر کا قاعدہ ہے کہ اصل سرحد کی حفاظت کرنے کے لیے دشمن کو کافی دور فاصلے سے روکنا پڑتا ہے۔ اسلامی فقہ اور اسلامی عبادات میں یہ اصول کارفرما نظر آتا ہے۔ شراب پینے کے عمل سے روکنا مقصود تھا، مگر وہ تمام اعمال جو شراب پینے کا باعث بن سکتے تھے سب کے سب ناجائز قرار دے دیئے گئے۔ شراب پلانا، شراب کشید کرنا، اسے اٹھانا، بیچنا، خریدنا، اس کی تجارت کا حساب و کتاب لکھنا سب کے سب ناجائز قرار دے دیئے گئے۔ اسی طرح سے نہ صرف زنا کے اصل عمل کو حرام قرار دیا گیا بلکہ وہ تمام اعمال جو اس فعلِ بد کا باعث بن سکتے ہیں اور اس کے قریب لانے والے ہیں، سب کے سب ناجائز قرار دے دیئے۔ گویا کہ انسانی کردار کو بُرائی سے بچانے کے لیے اسلام دُور دور تک بند باندھ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بار بار کہا گیا کہ: یعنی یہ اللہ کی حدود ہیں، تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔" اگر غور کریں تو روزہ بھی بنیادی طور پر یہی کام کرتا ہے۔ انسانی کردار کی تعمیر و حفاظت کے لیے دور دور تک بند باندھ دیتا ہے۔ لیجیے رزق

حرام سے روکنا مقصود تھا، کالے کاروبار، رشوت، چوری، سمگلنگ سے روکنا مقصود تھا، تو نوبت یہاں تک لے آئے دن میں پندرہ گھنٹوں تک کے لیے رزق حلال کھانے سے بھی منع کر دیا۔

جب رزق حلال چھوڑنے کے لیے تیار ہو گئے تو رزق حرام چھوڑنا تو بدرجہ اولیٰ آسان ہو گیا۔

انسان کو عیاشی اور حرام کاری سے بچانا مقصود تھا تو کچھ عرصہ کے لیے اپنی بیوی سے بھی الگ رہنے کا حکم دے دیا یعنی سرحد سے اور دور لے گئے۔ حفاظتی بند اور دور جا کر باندھ دیا۔ اس طرح سے زندگی کے اور معاملات میں روزے کے کردار کو قیاس کر لیں۔

پھر یہ اطاعت کی طویل مشق ہے جو مسلسل ایک ماہ تک باقاعدگی سے کرائی جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ نفس کو مارنا مشکل ہے لیکن نفس کو سدھانا بہت ہی مشکل ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسے ہے جیسے ایک نوجوان سرکش گھوڑا ہو، اس کو مارنے کے لے بندوق کی ایک گولی کافی ہے لیکن اس کا سدھانا جان جوکھوں کا کام ہے۔ خاصا طویل، صبر آزما اور خطرناک مرحلہ ہے جس سے گزرنے کے بعد ایک گھوڑا مطیع فرمانبردار اور سدھایا ہوا قیمتی جانور بنتا ہے۔

روزہ سے اصل نفس انسانی کو سدھایا جاتا ہے۔ شدید بھوک و پیاس کے عالم میں انسان کو رکھا جاتا ہے۔ کھانے پینے کے عمدہ سے عمدہ اسباب و مواقع موجود ہوتے ہیں، لیکن کھانے پینے سے پرہیز کرائی جاتی ہے۔ گویا نفس انسانی کو بار بار اس مرحلہ سے گزارا جاتا ہے کہ اسے ایک شدید خواہش پیدا ہو اور وہ اس خواہش کو پورا کرنے کی بجائے اس پر قابو پا لے۔ سارا دن صبح سے شام تک انسان کو یہی مشق کرائی جاتی ہے۔ اگر مہینہ بھر یہ مشق کئی بار اپنی اصل روح کے ساتھ کی جاتی رہے تو ایک ماہ کے اندر اندر انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ نفسانی کمزوری پر قابو پا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عادات جو انسان سے بڑے سے بڑے نفسیاتی معالج کے ذریعے دور نہیں ہو سکتیں، رمضان المبارک میں با آسانی دور ہو جاتی ہے۔ یہ بات بار ہا تجربات میں آ چکی ہے کہ رمضان شریف کے مہینہ میں جو بُرائی پورے اہتمام کے ساتھ خواہ ایک ماہ کے لیے چھوڑ دی جائے، وہ برائی ہمیشہ کے لیے از خود چھوٹ جاتی ہے۔ اسی طرح سے اس ماہ میں جو نیکی بتکلف

کرلیں اس نیکی پر انسان ہمیشہ کے لیے قادر ہو جاتا ہے۔ یہ بات میں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ رمضان شریف میں کی گئی عبادات کا اثر کم از کم گیارہ ماہ تک باقی رہتا ہے۔

اس بات کو مزید تفصیل سے سمجھنے کے لیے ہمیں انسانی نفسیات کا تجزیہ کرنا ہوگا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انسان کے اندر دو قسم کی ملکات (صفات) پائے جاتے ہیں ایک ملکہ بہیمیت یعنی جانوروں اور چوپایوں کی سی صفات مثلاً کھانے، پینے، جنسی عمل، لڑنے مرنے کی صفات، دوسرے انسان میں ملکہ ملکیت یعنی فرشتوں کی صفات پائی جاتی ہیں مثلاً اطاعت محبت خلوص، بے غرضی، نہ کھانے پینے کی طلب، نہ نیند و آرام پرستی اور نہ عیاشی کا جذبہ، انسانی فطرت کے دونوں جذبے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ صفت بہیمیت کو جتنا پروان چڑھائیں اسی قدر صفت ملکیت دبتی چلی جائے گی۔ اس کے برعکس فرشتوں کی صفات کو جتنا پروان چڑھائیں، جانوروں کی سی صفات یعنی بہیمیت اسی قدر دبتی چلی جائیں گی۔ بالفاظ دیگر بہیمیت کا تعلق جسم کے تقاضوں سے ہے اور ملکیت کا تعلق روح کے تقاضوں سے ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

اب عام طور پر ہوتا یوں ہے کہ انسان جسم کے تقاضوں کی طلب میں زیادہ سرگرداں رہتا ہے۔ کیونکہ جسم کثیف ہوتا ہے اس کے تقاضے بھی کثیف ہوتے ہیں اور فوری طور پر اپنے آپ کو محسوس کروا لیتے ہیں۔ روح لطیف ہوتی ہے اور اس کے تقاضے بھی لطیف ہوتے ہیں۔ اس لیے انسان عام طور پر ان کا آسانی سے ادراک نہیں کرسکتا، اور جسم کے تقاضوں کے مقابلے میں نظر انداز کرتا چلا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی صفات بہیمیت اُبھرتی چلی جاتی ہیں اور صفات ملکیت دبتی چلی جاتی ہیں۔ جسم کے تقاضے غیر ضروری حد تک پورے کیے جاتے ہیں اور صفات ملکیت دبتی چلی جاتی ہیں۔ جسم کے تقاضے غیر ضروری حد تک پورے کیے جاتے ہیں اور روح کے تقاضے نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں۔ روح انسانی خواہشات کے بوجھ تلے مسلسل کراہتی رہتی ہے

اورانسان ایک چلتی پھرتی لاش بن جاتا ہے۔ یہ کیفیت ہوتی ہے کہ:

ہے روح تاریکیوں میں حیراں بُجھا ہوا ہے چراغِ منزل
کہیں سرِ راہ یہ مسافر پٹک نہ دے بوجھ زندگی کا

اس صورت حال میں روزہ انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ فوری طور پر جسم کے برے برے تقاضوں کو دبا دیتا ہے۔ مثلاً کھانے پینے، نیند و آرام کوشی اور جنسی لذت پر شدید پابندی عائد کر دی جاتی ہے تا کہ بہیمیت کا زور ٹوٹے اور ملکیت کو اُبھرنے کا موقع ملے۔ تا کہ جسم کے تقاضوں کے مد مقابل روح کے تقاضوں کو اہمیت دی جائے اور جسم اور روح کے تقاضوں کو پورا کرنے میں ہر بے اعتدالی کی صورت ختم ہو سکے اور ان میں صحیح توازن اور اعتدال پیدا ہو جائے۔ روح اور جسم کے تقاضوں میں اس توازن اور اعتدال کا نام ہی انسانی سیرت ہے۔

بات یہ ہے کہ انسانی سیرت مسخ اس وقت ہوتی ہے جب روح اور جسم کے تقاضوں میں اعتدال کی صورت ختم کر دی جائے۔ انسانی تاریخ میں یہ اُبھرا ہوا ناسور جگہ جگہ پر نمایاں نظر آتا ہے کہ انسان نے یا تو صرف جسمانی تقاضوں کو پورا کیا اور نمرود، فرعون و شداد کی تاریخ دہرائی ہے یا اس نے صرف روح کے تقاضوں کی طرف توجہ دی ہے اور صحیح جسمانی تقاضوں کو بھی خیر باد کہہ دیا ہے۔ اس سے ترک دنیا اور رہبانیت کی تاریخ وجود میں آئی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں انتہاء پسندیاں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک فطری طور پر غیر انسانی ہے۔ فرعونیت سراپا ہے اور رہبانیت انسان کے اجتماعی تقاضوں کی نفی ہے۔

یہ اعزاز صرف پیغمبروں کی تعلیمات کو حاصل ہے کہ انہوں نے انسان کو اجتماعی معاشرے کے اندر رکھتے ہوئے اس کے روح کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صورت بتلائی، یعنی جنگلوں، غاروں اور پہاڑوں کی کھوہ میں بھیجے بغیر انسان کی روح کو تسکین کامل مہیا کر دیا۔ چنانچہ

روح اور جسم کے تقاضوں میں صحیح توازن اور اس کے لیے عملی صورت جو تمام پیغمبروں کے ذریعہ تجویز کی گئی ہے۔ وہ روزہ ہے جو کسی نہ کسی شکل میں تمام اُمتوں پر فرض کیا جاتا رہا ہے۔

اگر قرآن اور حدیث کی تعلیمات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسانی سیرت کے اصل دشمن وہ عوامل ہیں ایک شیطان ہے جو مختلف محاذوں پر انسان کو برائی پر اُبھارتا ہے، فتنے میں ڈالتا ہے کبھی انسانوں کی صورت میں آ کر کبھی غیر مری صورت میں آ کر انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔ اگر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ روزہ شیطان کے مقابلے کی بہت عمدہ صورت ہے۔

حضورﷺ نے فرمایا: ''شیطان جسم انسانی میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ اس کے راستوں کو بھوک کے ذریعہ بند کرو''۔ انسانی سیرت کا دوسرا دشمن اور غالباً سب سے بڑا دشمن خود انسان کا اپنا نفس ہے۔ شیطان تو بیرونی دشمن تھا اور یہ کم بخت اندرونی دشمن ہے۔ یہ اتنا خطرناک دشمن ہے کہ خود شیطان کو بھی اسی نے گمراہ کیا۔ انسانی شخصیت میں تاریکی و بہیمیت کا اصل منبع یہی نفس ہے۔ یہی اسے محبوبِ حقیقی سے جدا رکھے ہوئے ہے۔ ایک عارف نے اللہ تعالیٰ سے بحالت الہام پوچھا کہ ''حضور آپ سے ملنے کا مختصر ترین راستہ کیا ہے'' تو جواب ملا:

''یعنی اپنے نفس سے جان چھڑاؤ اور چلے آؤ۔''

ایک اور عارف کہتا ہے:

واللہ کہ از دو قدم راہِ خدا دور نیست
یک قدم بر نفس و دیگرے در کوئے دوست

''بخدا! راہ خدا دو قدم سے زیادہ دور نہیں۔ ایک قدم نفس پر رکھو دوسرا یار کے کوچے میں!''

اس نفس کا مقابلہ سب سے بہتر انداز میں روزے سے کیا جا سکتا ہے۔ دیکھئے! حضور اکرمﷺ نے فرمایا: ''روزے ڈھال ہیں جب تک کہ انسان اسے خود نہ پھاڑ دے۔''

یعنی یہ شیطان اور نفس کے حملوں کے خلاف ڈھال ہیں کہ ان کے خلاف دفاع کا

بہترین ذریعہ۔ یہاں پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس ڈھال کو خود روزہ ہی پھاڑ دیا کرتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان روزہ دار کی صورت تو بنالیتا ہے لیکن روزے کے اصل تقاضے اور اس کی حقیقت کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ روزے کا اصل تقاضا تو یہ تھا کہ انسان سر سے پاؤں تک روزہ دار ہوتا۔ روزہ ہر غلط بات سے اس کے لیے ڈھال بن جاتا۔ اگر کوئی شخص گالی گلوچ اور زیادتی کے ذریعے روزے دار کو بھی گالی اور دنگا فساد پر اُبھارے تو روزہ فوراً ڈھال بن جاتا اور عین غصہ وغضب کی حالت میں یہ کہتا کہ ''میں روزے سے ہوں' میں تمہاری گالی کا جواب گالی سے نہیں دے سکتا۔ میں تمہاری غنڈہ گردی کا جواب غنڈہ گردی سے نہیں دے سکتا۔ لیکن عام روزہ داروں کی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ اس ڈھال کو عین حملے کے وقت خود ہی پھاڑ دیتے ہیں اور غصہ و غضب کی حالت میں نفس کے تقاضوں کو نہیں دباتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عام لوگوں کے نزدیک روزے کا تصور غلط ہے۔ وہ روزے کے عمل کو صرف اپنے منہ اور اعضائے جنسی تک محدود سمجھتے ہیں۔ حالانکہ روزہ تو تمام اعضائے جسمانی سے تعلق رکھتا ہے۔ آنکھ کا بھی روزہ، ہاتھ کا بھی، کان کا بھی، زبان کا بھی، قدموں کا بھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دل کا بھی۔ یہی بات حضور اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمائی ہے:

''یعنی جس شخص نے جھوٹ اور اس کے تقاضوں پر عمل نہ چھوڑا، تو اللہ کو اس بات کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔'' ایک اور جگہ فرمایا:

''بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزے کے نتیجے میں سوائے بھوک پیاس کے کچھ نصیب نہیں ہوتا۔'' تو معلوم ہوا کہ روزہ انسانی سیرت کی تعمیر میں انتہائی اہم مقام رکھتا ہے بشرطیکہ وہ سچ مچ کا روزہ ہو، روزہ کی بناوٹی شکل نہ ہو۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں روزے کی حقیقت نصیب فرمائیں۔ آمین

والحمد للہ رب العلمین

روزہ

(مرسلہ فہد محمود بخاری)

نماز کی طرح روزہ بھی زمانہ قدیم سے انبیاء کی شریعتو ں کا لازمی جزو رہا ہے ۔
نماز روزمرہ کا عمومی نظام تربیت ہے اور روزہ سال بھر میں ایک ماہ کا غیر معمولی نظام تربیت جو آدمی کو دوران روزہ اپنے مضبوط ڈسپلن کے شکنجے میں کسے رکھتا ہے تا کہ روزانہ کی تربیت سے جو خرابیاں رہ گئی ہوں وہ دُور ہو جائیں۔

روزے کا قانون یہ ہے کہ آخر شب طلوع سحر کی پہلی علامات ظاہر ہوتے ہی آدمی پر یکا یک کھانا پینا اور مباشرت کرنا حرام ہو جاتا ہے اور غروب آفتاب تک پورے دن حرام رہتا ہے شام آتے ہی حرمت کا بندا چانک ٹوٹ جاتا ہے، جو چیزیں ایک لمحہ تک حرام تھی اب حلال ہو جاتی ہیں تا آنکہ دوسرے روز کی مقررہ ساعت آجاتی ہے، ماہ رمضان کی پہلی تاریخ سے یہ عمل شروع ہوتا ہے اور ایک مہینہ تک مسلسل اس کی تکرار جاری رہتی ہے، گویا پورے تیس دن انسان ایک شدید ترین ڈسپلن کے تحت رہتا ہے ۔

۱۔احساسِ بندگی:

اس نظام تربیت پر غور کرنے سے جو بات پہلی نظر میں واضح ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام اس طریقے سے انسان کے شعور میں اللہ کی حاکمیت کے اقرار واعتراف کو مستحکم کرنا چاہتا ہے اور اس شعور کو اتنا مستحکم بنا دیتا ہے کہ احکام الٰہی کے روبرو انسان اپنی آزادی اور خودمختاری سے دست بردار ہو جائے ۔خدا کا وجود محض ایک مابعد الطبیعی عقیدہ نہ رہے بلکہ عملی زندگی میں

محسوس و کارفرما ہو جائے۔ کفر اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان خدا کے مقابلے میں اپنے آپ کو خود مختار محسوس کرے اور اس کے مقابلے میں اسلام یہ ہے کہ انسان ہر آن اپنے آپ کو خدا کا بندہ اور محکوم محسوس کرے۔ اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا نماز کا مقصد اس شعور بندگی کی یاددہانی ہے، اسی طرح رمضان کے روزے سال میں ایک مرتبہ پورے ۷۲۰ گھنٹے پیہم اس شعور کو ذہن پر قائم رکھتے ہیں تا کہ سارا سال انسان کے ذہن پر اس کے اثرات قائم رہیں۔

۲۔اطاعت امر:

احساس بندگی کے ساتھ جو چیز لازمی پیدا ہوگی وہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو جس خدا کا بندہ سمجھ رہا ہے اس کی اطاعت کرے۔ ان دونوں میں فطری طور پر ایسا ربط ہے کہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ آپ جس کی خداوندی کا اعتراف کریں گے لازماً اطاعت بھی اسی کی کریں گے۔ اور احساس بندگی جس درجہ شدید ہوگا اطاعت امر بھی اتنی ہی شدت سے ہوگی۔ چنانچہ روزے کا مقصد احساس بندگی کی یاددہانی کے ساتھ ہی ساتھ اطاعت امر کی تربیت دینا بھی ہے روزہ انسان کو مہینہ بھر کئی کئی گھنٹے اس حالت میں رکھتا ہے۔ اس کو اپنی ابتدائی ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی خداوند عالم سے اذن واجازت کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اپنی خواہش ہو یا دوسروں کی، انسان بلا اذن خداوندی روزہ نہیں چھوڑ سکتا: اس طرح اس کی اطاعتیں ہر طرف سے سمٹ کر ایک مرکزی اقتدار کی طرف پھر جاتی ہیں۔

روزے میں اگر چہ بہ ظاہر صرف دو خواہشات (غذا اور صنفی خواہش) پر پابندی لگائی گئی ہے لیکن اس کی اصل روح یہ ہے کہ انسان کا احساس پوری طرح طاری رہے۔ اس کے بغیر اگر انسان محض بھوکا پیاسا رہ لے تو یہ روزہ لاش کی طرح بے روح ہوگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ’’جس نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو خدا کو کوئی حاجت نہیں کہ وہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔‘‘ اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ

''کتنے ہی روزہ دار ہیں کہ روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''

ان دونوں احادیث میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ روزے کا مقصد بھوکا پیاسا رہنا نہیں بلکہ تقویٰ اور طہارت ہے۔

۳۔تعمیر سیرت:

روزے کا تیسرا مقصد انسان کی سیرت کی تعمیر ہے۔اس سیرت کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ تقویٰ سے مراد کوئی خاص شکل وصورت اختیار کرنا نہیں ہے بلکہ قرآن اس کو بڑے وسیع مضمون میں استعمال کرتا ہے وہ پوری انسانی زندگی کے ایسے روّیے کو تقویٰ کے نام سے تعبیر کرتا ہے جس کی بنیاد احساس بندگی اور ذمہ داری پر ہو (اس کے مخالف روّیے کا نام قرآن کی رو سے فجور ہے)۔دنیا کے فساد کا سبب فجور ہے۔اور دیگر عبادات کی طرح روزے کا مقصد بھی یہ ہے کہ انسان میں فجور کے رجحانات ختم کیے جائیں اور تقویٰ کو نشو نما دیا جائے۔اب دیکھئے کہ روزہ کس طریقے سے اس کام کے سرانجام دینے میں مدد دیتا ہے۔

ایک شخص سے کہا جاتا ہے کہ خدا نے تم پر پابندی لگائی ہے کہ صبح سے شام تک کچھ نہ کھاؤ۔ نہ صرف جلوت میں بلکہ خلوت میں بھی اکل وشرب سے پرہیز کرو۔اب ایسی صورت میں اگر کوئی شخص روزے کی تمام شرائط پوری کرتا ہے تو اس کے نفس میں کس قسم کی کیفیات ابھرتی ہیں۔

اوّل:تو یہ کہ اسے خدا کے عالم الغیب ہونے کا پورا یقین ہے اور یہی یقین ہے جو اسے تنہائی میں بھی روزے کے حدود کا پابند رکھتا ہے۔

دوم: اس کو آخرت اور حساب وکتاب پر پورا ایمان ہے اس لیے کہ اس کے بغیر کوئی شخص ۱۲، ۱۴ گھنٹے بھوکا نہیں رہ سکتا ہے۔

سوم: اس کے اندر اپنے فرض کا احساس ہے۔بغیر اس کے کہ کوئی شخص اس پر کھانے پینے کی پابندی لگائے اس نے خود سے اپنے اوپر یہ پابندی عائد کر لی۔

چہارم: مادّیت اور روحانیت کے انتخاب میں اس نے روحانیت کو منتخب کرلیا اور دنیا اور آخرت کے درمیان ترجیح کا سوال جب اس کے سامنے آیا تو اس نے آخرت کو ترجیح دی۔ اس کے اندر اتنی طاقت تھی کہ اخلاقی فائدے کی خاطر مادّی نقصان برداشت کرلیا۔

پنجم: وہ اپنے آپ کو اس معاملے میں آزاد نہیں سمجھتا کہ سہولت دیکھ کر مناسب موسم میں روزے رکھ لے بلکہ جو بھی وقت مقرر کیا گیا ہے، اس نے اس کی پابندی کی ہے۔

ششم: اس میں صبر و استقامت، تحمل، یکسوئی اور دنیوی تحریکات کے مقابلے کی طاقت کم از کم اتنی ہے کہ رضائے الٰہی کے بلند نصب العین کی خاطر وہ ایک ایسا کام کرتا ہے، جس کا نتیجہ مرنے کے بعد دوسری زندگی پر ملتوی کر دیا گیا ہے۔

یہ کیفیات، جو روزہ رکھنے کے ساتھ انسان کی زندگی میں ابھرتی ہیں، روزوں میں عملاً ایک طاقت بن جاتی ہیں اور ہر سال ایک ماہ روزہ رکھتے رکھتے یہ انسان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہیں۔

۴۔ضبطِ نفس:

اس تربیت کے ضابطے میں کسنے کے لیے دو خواہشوں کو منتخب کیا گیا ہے۔ یعنی بھوک اور جنسی خواہش۔ اور ان کے ساتھ تیسری خواہش، آرام کرنے کی خواہش بھی زد میں آجاتی ہے اس لیے کہ تراویح پڑھنے اور سحری کے لیے اٹھنے سے اس پر بھی کافی ضرب پڑتی ہے۔ بقائے نفس کے لیے غذا اور آرام اور بقائے نسل کے لیے توالد و تناسل حیوانی زندگی کے مطالبات میں اصل و بنیاد کا حکم رکھتے ہیں۔ انسان کے حیوانی جسم کے اہم ترین مطالبات یہی ہیں۔ اور چونکہ وہ ذرا اونچے قسم کا حیوان ہے۔ لہٰذا وہ صرف غذا نہیں مانگتا، بلکہ اونچی قسم کی اور نت نئی غذائیں تلاش کرتا ہے۔ یہی حال دیگر خواہشات کا ہے کہ ان میں بھی انسان کا مطالبہ محض جسمانی تسکین نہیں رہ جاتا، ہزاروں نزاکتیں اور باریکیاں نکل آتی ہیں۔ اب اگر انسان کا مطمع نظر یہ بن جائے کہ کسی طرح ان خواہشات کی تسکین کرتا رہے تو یہ خواہشات نفس انسانی پر سوار ہو جاتی ہیں۔ اس کے برخلاف

اگر انسان ارادے کی باگیں مضبوطی سے تھامے رہے تو ان خواہشات کو اپنے پیچھے اور مرضی کے مطابق چلا سکتا ہے۔ تیس دن کی مسلسل مشق کا مقصد یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ہمارا نفس ہم پر غلبہ حاصل کر لے ہم اپنے خادم پر پورا اقتدار حاصل کریں، جس خواہش کو چاہیں روک دیں اور اپنی جس قوت سے جس طرح چاہیں کام لے سکیں اس لئے کہ وہ شخص جسے اپنی خواہشات کا مقابلہ کرنے کی کبھی عادت نہ رہی ہو اور جو نفس کے ہر مطالبے پر بے چون وچرا سر جھکا دینے کا خوگر رہا ہو اور جس کے لیے حیوانی جبلت کا داعیہ ایک فرسان واجب الاذعان کا حکم رکھتا ہو، دنیا میں کوئی بڑا کام نہیں کر سکتا۔ یہاں روزے اور غیر اسلامی نفس کشی کی مشقوں کا اصولی فرق ذہن میں رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ دوسری قسم کا اقتدار تو دراصل ایسی جاہل، مطلق العنان خودی کا استبداد ہے جو اپنے بالاتر کسی حاکم کی مطیع اور کسی ضابطہ وقانون کی پابند نہیں ہے۔ اس اقتدار کے لیے انسان خود اپنی فطرت سے لڑتا ہے اور جسم اور نفس سے ان کے جائز حقوق چھینتا ہے۔ اس کے برخلاف اسلامی روزہ جس خودی کو نفس اور جسم پر اقتدار دیتا ہے وہ مطلق العنان خودی نہیں بلکہ خدا اور اس کے قانون کی اطاعت کرنے والی خودی ہے۔ ایسی خودی جو خدا کی طرف سے آتی ہوئی ہدایت علم اور کتاب منیر کی رہنمائی میں چلنے والی ہے، وہ خدا کے دیئے ہوئے نفس وجسم کو اپنی ملکیت نہیں سمجھتی بلکہ اسے خدا کی امانت مان کر اس پر خدا کی منشا کے مطابق حکومت کرتی ہے۔ ایسی خودی کا حامل اپنے جسم پر ظلم نہیں کرتا بلکہ اس کو تمام جائز راحتیں بہم پہنچاتا ہے لیکن وہ اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ حدود اللہ کو توڑ ڈالے۔

اجتماعی اثرات:

یہاں تک جو کچھ کہا گیا ہے وہ افراد کی تربیت سے متعلق تھا۔ ہم نے دیکھا کہ اوّل، اس تربیت کے ذریعے سے جماعت کے ہر فرد کو خداوند عالم کی حاکمیت کے مقابلے میں اپنی خود مختاری سے عملاً دست بردار ہو جانے کے لیے تیار کیا جائے۔

دوم، ہر فرد کے ذہن میں خدا کے عالم الغیب والشہادۃ ہونے اور آخرت کی باز پرس کا عقیدہ عملی مشق کے ذریعے اس طرح جاگزیں کر دیا جائے کہ وہ خود اپنی شخصی ذمہ داری کے احساس کی بناء پر (نہ کہ خارجی دباؤ کی وجہ سے) قانون الٰہی کی اطاعت کرنے لگے۔

سوم، ہر فرد میں روح پھونک دی جائے کہ ماسوا اللہ کی بندگی و اطاعت سے اعتقاداً و عملاً منکر ہو جائے اور اس کی بندگی اللہ کے لیے خالص ہو جائے۔

چہارم، ہر فرد کی اخلاقی تربیت اس طرح کی جائے کہ اسے اپنی خواہشات پر مکمل اقتدار حاصل ہو جائے اور اس میں صبر و تحمل، جفاکشی، توکل علی اللہ، ثابت قدمی و یکسوئی کی صفات پیدا ہو جائیں اور اس کے کردار میں اتنی قوت آ جائے کہ وہ خارجی ترغیبات اور میلانات نفس کا مقابلہ کر سکے۔

یہی وجہ ہے کہ روزے ہر عاقل و بالغ فرد پر فرض کیے گئے ہیں۔ اگرچہ ضروری نہیں کہ تمام افراد میں مندرجہ بالا خصوصیت بدرجہ اتم پیدا ہو جائیں جو اس سے پیدا کرنی مطلوب ہیں۔ اس لیے کہ خارجی عوامل کے علاوہ ذاتی استعداد اور خواہش بھی ضروری ہے، لیکن خارجی طور پر اس سے بہتر نظام تربیت دنیا میں ممکن نہیں ہے۔

اجتماعی فوائد:

اگرچہ روزہ انفرادی فعل ہے لیکن نماز کے باجماعت ہونے کی وجہ سے جس طرح نماز اجتماعی فعل بن جاتی ہے اسی طرح روزہ رکھنے کے لیے ایک خاص مہینے کے تقرر نے اس فعل کو ایک اجتماعی عمل بنا دیا ہے۔ اس حکیمانہ تدبیر سے روزے کے اخلاق و روحانی منافع میں جو اضافہ ہوا ہے اس کی پہچان کیلئے یہاں چند مختصر اشارات کیے جاتے ہیں:

تقویٰ اور پاکیزگی کی فضا:

اس عمل کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک خاص قسم کی نفسیاتی و روحانی فضاء پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک شخص انفرادی طور پر کسی ذہنی کیفیت کے تحت کوئی کام کررہا ہواور اس کے گردو پیش دوسرے لوگوں میں وہ ذہنی کیفیت نہ ہوتو وہ اس ماحول میں اجنبی بن کررہ جائے گا۔اور ماحول نہ صرف یہ کہ اس کے بڑھنے میں کوئی مدد نہ دیگا بلکہ اس کی کیفیات کوگھٹادے گا۔لیکن اگر پورے ماحول پر وہی فضاء طاری ہواور تمام لوگ ایک ہی خیال اور ایک ہی ذہنیت کے ماتحت ایک ہی عمل کررہے ہوں تو معاملہ برعکس ہوگا۔اس وقت ایک ایسی اجتماعی فضا بن جائے گی جس میں پوری جماعت پر وہی ایک کیفیت چھائی ہوئی ہوگی اور ہرفرد کی اندرونی کیفیت ماحول کی خارجی اعانت سے غذا لے کر بےحد وحساب بڑھتی چلی جائے گی ۔ایک ایک سپاہی کا الگ الگ جنگ کرنا اور مہلک جنگ کا برداشت کرنا کس قدر مشکل ہے؟ لیکن جہاں فوج کی فوج ایک ساتھ مارچ کررہی ہو وہاں جذبات شہادت وحماست کا ایک طوفان اُمڈ آتا ہے۔جس میں ہر سپاہی مستانہ وار بہتا چلا جاتا ہے۔

روزے کے لیے رمضان کا مہینہ مقرر کر کے شارع نے یہی کہا ہے کہ ہرغلہ اپنا موسم آنے پر خوب پھلتا پھولتا ہے۔اسی طرح رمضان کا مہینہ گویا خیر واصلاح اور تقویٰ وطہارت کا موسم ہے جس میں برائیاں دبتی اور نیکیاں پھلتی پھولتی ہیں۔اسی لیے احادیث میں آیا ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔

جماعتی احساس:

اجتماعی عمل کا ایک دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے لوگوں میں فطری اور اصلی وحدت پیدا ہوتی ہے۔نسل یا زبان کا اشتراک فطری قومیت پیدا نہیں کرتا۔آدمی کا دل صرف اسی سے ملتا ہے جو خیالات اور عمل میں اس سے ملتا ہے۔یہی وہ اصل رشتہ ہے جو دو آدمیوں کو ایک دوسرے سے باندھتا ہے۔جب کوئی شخص اپنے گردو پیش کے لوگوں کو ذہنیت اور عمل میں اپنے سے مختلف

پاتا ہےتو صریح طور پراپنے آپ کوان کے درمیان اجنبی محسوس کرتا ہے۔مگر جب بہت سے لوگ مل کر ایک ہی ذہنی عمل کے ساتھ ایک ہی عمل کرتے ہیں تو ان میں باہمی یگانت ، رفاقت ، یک جہتی اور برادری کے گہرے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں ۔نیکی ہو یا بدی دونوں صورتوں میں اجتماعی نفسیات اسی طرح کام کرتی ہیں ۔مگر فرق یہ ہے کہ بدی کے راستے میں افراد کی نفسیات کا دخل رہتا ہے ۔جس کا فطری میلان فرد فرد کو پھاڑ کر الگ کر دینے کی طرف ہے ۔اس بناء پر برادری مستحکم نہیں ہوتی ۔اس کے برخلاف نیکی کے راستے میں نفسانیت دبتی ہےاور نیک خیالات وافعال کا اشتراک بہترین رشتہ اخوت پیدا کر دیتا ہے ۔

امداد باہمی کی روح:

اس اجتماعی عبادت کا تیسرا زبردست کام یہ ہے کہ یہ عارضی طور پر تمام لوگوں کو ایک سطح پر لے آتی ہے،اگر چہ امیر امیر ہی رہتا ہے اور غریب غریب ،لیکن روز چند گھنٹوں کے لیے امیر پر بھی وہی کیفیت طاری کر دیتا ہے جو اس کے فاقہ کش بھائی پر گزر رتی ہے ۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کی مصیبت حقیقی طور پر محسوس کرتا ہے ۔اور خدا کی رضا کا جذبہ اسے غریب بھائیوں کی مدد پر اکساتا ہے ۔جس قوم کے امیروں میں غریبوں کی تکلیف کا احساس اور ان کی عملی ہمدردی کا جذبہ ہو اور جہاں صرف اداروں ہی کو خیرات نہ دی جاسکتی ہو بلکہ فرداً فرداً بھی حاجت مندوں کو تلاش کر کے مدد پہنچائی جاتی ہو، وہاں نہ صرف یہ کہ قوم کے کمزور حصے تباہ ہونے سے بچ جاتے ہیں اور اجتماعی فلاح برقرار رہتی ہے بلکہ غربت اور امارت میں حسد ونفرت کے بجائے محبت اور شکر گزاری کے تعلقات استوار ہوتے ہیں اور وہ طبقاتی کشمکش کبھی رونما نہیں ہو سکتی جو ان قوموں میں برپا ہوتی ہے جن کے مالدار لوگ جانتے ہی نہیں کہ فقر وفاقہ کیا چیز ہوتی ہے اور جو قحط کے زمانے میں تعجب سے پوچھتے ہیں کہ لوگ بھوکے کیوں مر رہے ہیں ۔انہیں روٹی نہیں ملتی تو وہ کیک کیوں نہیں کھاتے ؟

رمضان میں معمولات

(حافظ محمد ادریس)

روزے کی روح اور اس کا مقام و درجہ:

آنحضورﷺ نے اپنے صحابی حضرت ابو امامہؓ کو روزے کی فضیلت بتاتے ہوئے فرمایا کہ روزہ رکھا کر، اس کی مثل کوئی دوسرا عمل نہیں ہوسکتا۔ ایک اور حدیث قدسی میں، جو متفق علیہ ہے، آنحضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے: ''آدمی کے ہر اچھے عمل کا بدلہ دس سے ستر گنا تک بڑھا کر دیا جاتا ہے مگر روزے کا معاملہ الگ ہے۔ وہ خالص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ بندے نے میری رضا کی خاطر اپنی خواہشات اور کھانے پینے کا عمل چھوڑ دیا، روزے دار کو دو مسرتوں کی بشارت ہے، ایک وہ جو روزہ کھلنے کے وقت اسے حاصل ہوتی ہے اور دوسری اسے اس روز ملے گی، جب وہ اپنے ربّ سے ملاقات کرے گا۔ روزے دار کے منہ سے آنے والی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی محبوب تر ہے اور روزہ ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو وہ بے حیائی کے ہر کام، شور و غل اور ہنگامہ آرائی سے مجتنب رہے۔ اگر کوئی اس کو گالی گلوچ بھی دے یا لڑائی جھگڑا کرنے لگے تو وہ جواب میں کہے ''**انا صائم، یعنی میں روزے سے ہوں**''۔

استقبال رمضان: حضور نبی کریمﷺ ماہ شعبان ہی میں استقبال رمضان کے لیے ہمت باندھ لیا کرتے تھے۔ آپﷺ عام دنوں میں بھی نیکی کے کاموں میں مشغول رہتے مگر رمضان

میں بہت زیادہ عبادت الٰہی کا اہتمام فرماتے ۔ہمیں بھی ماہ شعبان کے آتے ہی اپنے تمام معاملات کو اس نقطہ نظر سے منضبط کر لینا چاہیے کہ رمضان المبارک کی ایک ایک گھڑی ہمارے لیے مفید اور بابرکت ثابت ہو۔

تلاوت قرآن مجید:

ماہ رمضان میں سب سے اچھا عمل روزے کی حالت میں بھی اور افطار کے بعد بھی تلاوت قرآن مجید ہے۔ماہ رمضان میں آنحضورﷺ جبریلؑ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔قرآن کو حفظ کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔جتنے حصے یاد ہو جائیں سینے کے نور،دل کی بہار اور قرار، غموں سے نجات اور پریشانیوں سے خلاصی کا ذریعہ بنیں گے۔قرآن مجید کو مستند تفاسیر سے سمجھ کر پڑھنا زیادہ مفید ہوتا ہے۔اعتکاف کے دوران تو بالخصوص مطالعہ قرآن وحدیث کا اہتمام بہت ضروری ہے۔سیرت رسولﷺ اور سیرت صحابہ بھی اس موسم بہار میں بہترین زادسفر ہیں۔

عبادات ومعاملات:

اسلام عبادات اور معاملات کا مجموعہ ہے۔یعنی اسلام میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دو اہم ترین شعبے ہیں۔ان دونوں کے درمیان توازن بھی اسلام کے حسن کو نمایاں کرتا ہے۔ روزے میں ان دونوں پہلوؤں کی نمائندگی ہے۔اللہ سے تعلق روزے کا منشاء ہے اور محروم طبقات کی بھوک، احتیاج اور مشاکل کا احساس اور اس حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی روزے کا لازمی تقاضا ہے۔

اعتکاف:

رمضان کے دوران ایک اہم ترین عبادت اعتکاف ہے۔اعتکاف میں تو بندہ اپنے مالک کے بہت قریب پہنچ جاتا ہے۔اسلام میں جتنی عبادات ہیں۔وہ انسان کی زندگی کا تزکیہ کرنے ، اس کی سوچ کو ایک مخصوص سانچے میں ڈھالنے اور اس کے قدموں کو طے شدہ منہج پر چلانے کا ذریعہ ہیں۔اعتکاف ایک ایسی عبادت ہے جس میں ایک محدود مدت کے لیے بندہ دنیوی مصروفیات سے وقت نکال کر مکمل طور پر خود کو اللہ کی عبادت ، اپنی اصلاح او رفکر آخرت میں مشغول کر لیتا ہے۔اعتکاف کے دوران لیلۃ القدر کی تلاش اور اس کے ذریعے اللہ کی رضا بندہ مومن کا مطمع نظر ہوتا ہے۔

لیلۃ القدر کی دُعا:

اگر کسی شخص کو لیلۃ القدر نصیب ہو جائے تو اس کی خوش بختی میں کوئی شک وشبہ نہیں مومن کو ہر دُعا پورے یقین کے ساتھ مانگنی چاہیے اور ہر عبادت پورے خلوص اور حضوری قلب کے ساتھ حضور حق میں پیش کرنی چاہیے۔حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو مجھے اس میں کیا کرنا چاہیے۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دُعا مانگنی چاہیے۔

"اللّٰھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی"

لیلة القدر کی تلاش میں رمضان کے آخری عشرہ کی عبادات

(پیر خان توحیدی)

پہلی شب ۲۱ویں رات

1- چار رکعت نماز نفل دو سلام کے ساتھ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ قدر ایک بار اور سورۃ اخلاص پانچ بار پڑھیں، بعد سلام ستر بار درود شریف کا ورد کریں۔

2- دو رکعت نماز نفل ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ قدر سات بار اور سورۃ اخلاص گیارہ بار پڑھیں، بعد سلام سو بار استغفار اور اکیس بار سورۃ قدر پڑھیں۔

3- چار رکعت نماز نفل دو سلام کے ساتھ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ قدر سات بار اور سورۃ اخلاص اکیس بار پڑھیں، بعد سلام درود ابراہیمی سو بار پڑھیں۔

دوسری شب ۲۳ویں رات

1- چار رکعت نماز نفل دو سلام کے ساتھ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ قدر پانچ بار اور سورۃ اخلاص گیارہ بار پڑھیں، بعد سلام سو بار درود شریف کا ورد کریں۔

2- آٹھ رکعت نماز نفل دو سلام کے ساتھ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ قدر پانچ بار اور سورۃ اخلاص پچیس بار پڑھیں، بعد سلام تین سو بار کلمہ طیبہ پڑھیں۔

3- چار رکعت نماز نفل دو سلام کے ساتھ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ قدر سات بار اور سورۃ اخلاص اکیس بار پڑھیں، بعد سلام درود ابراہیمی سو بار پڑھیں۔

4- دو رکعت نماز نفل ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ قدر پانچ بار اور سورۃ اخلاص پندرہ بار سورۃ رحمٰن ایک بار اور سورۃ قدر اکیس بار پڑھیں۔

تیسری شب ۲۵ویں رات

1- چار رکعت نماز نفل دو سلام کے ساتھ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پندرہ بار پڑھیں، بعد سلام کلمہ طیبہ کا ورد دو سو بار کریں۔

2- چار رکعت نماز نفل دو سلام کے ساتھ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ قدر سات بار اور سورۃ اخلاص پندرہ بار پڑھیں، بعد سلام کلمہ استغفار ایک سو اکیس بار پڑھیں۔

3- دو رکعت نماز نفل ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ قدر تین بار اور اخلاص اکیس بار پڑھیں، بعد سلام کلمہ شہادت ستر بار سورۃ اخلاص ستر اور سورۃ فتح پانچ بار پڑھیں۔

4- دو رکعت نماز نفل ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ قدر پانچ بار اور سورۃ کوثر اکیس بار پڑھیں، بعد سلام سورۃ یٰسین تین بار پڑھیں۔

چوتھی شب ۲۷ویں رات

1- بارہ رکعت نماز نفل تین سلام کے ساتھ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ قدر تین بار اخلاص پندرہ بار پڑھیں، بعد سلام کلمہ استغفار کا ورد ستر بار کریں۔

2- چار رکعت نماز نفل دو سلام کے ساتھ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ قدر تین بار اور سورۃ اخلاص گیارہ بار پڑھیں، بعد سلام بیٹھ کر سورۃ اخلاص ستائیس بار پڑھیں۔

3- چار رکعت نماز نفل دو سلام کیساتھ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ تکاثر تین بار اور سورۃ اخلاص بھی تین بار پڑھیں، بعد سلام کلمہ استغفار اکیس بار پڑھیں۔

4- دو رکعت نماز نفل ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھیں، بعد سلام سورۃ تسبیح معظم سو بار پڑھیں۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

5- چار رکعت نماز نفل دو سلام کیساتھ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ الم نشرح تین بار

اورسورۃ اخلاص بھی سات بار پڑھیں۔

6- چار رکعت نماز نفل دو سلام کیساتھ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ قدر تین بار اورسورۃ اخلاص بھی تینتیس بار پڑھیں ۔بعد سلام سورۃ قدر پچاس بار پڑھیں۔

7- سورۃ حٰم،سورۃ دُخان ایک ایک بار اور سورۃ ملک سات بار پڑھیں۔

پانچویں شب ۲۹ویں رات

1- چار رکعت نماز نفل دو سلام کے ساتھ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ قدر تین بار، سورۃ اخلاص گیارہ بار پڑھیں، بعد سلام بیٹھ کر سورۃ الم نشرح کا ورد ستر بار کریں۔

2- چار رکعت نماز نفل دو سلام کے ساتھ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ قدر تین بار اورسورۃ اخلاص سات بار پڑھیں، بعد سلام بیٹھ کر سو بار درود شریف پڑھیں۔

3- سورۃ واقعہ سات بار پڑھنا بہت افضل ہے۔

نوٹ:۔ ہر روز بعد از زوال قبل از ظہر صلوٰۃ تسبیح پڑھنا لازمی ہے۔

طریقہ:

نیت:۔ چار رکعت نفل صلوٰۃ تسبیح منہ طرف خانہ کعبہ شریف اللہ اکبر۔

پہلی رکعت میں ثناء کے بعد پندرہ بار سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر، پھر تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور ساتھ کوئی سورۃ ملا کر دس بار، یہی کلمہ پھر رکوع میں دس بار، پھر قومہ میں دس بار، پھر سجدہ میں دس بار، پھر جلسہ میں دس بار، پھر سجدہ میں دس بار، پھر دوسری رکعت میں پڑھنا ہے۔تشہد کے بعد درود شریف اور دُعا پڑھ کر تیسری رکعت میں ثناء کے بعد پندرہ بار پھر وہی طریقہ جو پہلی رکعت میں پڑھا ہے۔چوتھی رکعت میں دوسری رکعت والا طریقہ دہرائیں۔

اللہ کا خوف رکھنے والوں کا انعام

(ہارون یحییٰ)

انہیں دنیا میں خوش خبریاں دی جاتی ہیں:

درج ذیل آیات قرآنی کی روشنی میں ہم دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے زمین پر اللہ سے ڈرے بغیر زندگی گزاری انہیں کس قدر نا قابل بیان خوف اور اللہ کی دہلا دینے والی پکڑ کا سامنا کرنا پڑے گا۔دوسری طرف جو لوگ اللہ سے ڈرتے اور پرہیز گار ہیں وہ بالکل برعکس طور پر، آخرت میں ہر طرح کے خوف سے پوری طرح محفوظ ہوں گے اور اللہ کی رحمت اور حفاظت میں اپنی ابدی زندگی جئیں گے۔وہ سچے اہل ایمان، جنہوں نے اپنی ساری زندگی جہنم کی آگ کا گہرا ادراک کرتے ہوئے پرہیز گاری میں گزاری، قیامت کا دن آنے پر ایسے مومنوں کو ہر طرح کے خوف سے دور کر دیا جائے گا اور وہ بالکل محفوظ ہوں گے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یہ خوش خبریاں بیان فرماتا ہے اور روز قیامت وہ اللہ اپنے بندوں سے مخاطب ہوگا اور ان کے لیے بہت سی اور خوش خبریوں کا اعلان فرمائے گا:

''اے میرے (پیارے) بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم آج غمزدہ ہو گے۔ یعنی وہ بندے جو ایمان لے آئے تھے ہماری آیتوں پر اور فرمانبردار تھے (حکم ہوگا) داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں خوشی خوشی، گردش میں ہوں گے ان پر سونے کے تھال اور جام اور وہاں ہر چیز موجود ہوگی جسے دل پسند کرے اور آنکھوں کو لذت ملے (مزید برآں) تم وہاں ہمیشہ رہو گے اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنا دیئے گئے ہو ان اعمال کے باعث جو تم کیا کرتے تھے تمہارے لیے یہاں بکثرت پھل ہیں ان میں سے کھاؤ گے (جو جی چاہے۔)''

(سورۃ الزخرف۔آیات:۶۸۔۷۴)

کچھ دیگر قرآنی آیات میں یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ خوش خبریاں اپنے فرشتوں کے ذریعے بھی دے گا جو بلا شبہ اہل ایمان کیلئے ناقابل بیان خوشی کا باعث ہوں گی جو بے حد شدت سے جنت کی اُمید کرتے ہیں۔

قرآن پاک اس بات پر زور دیتا ہے کہ یہ خوش خبریاں جو ہمیشہ کیلئے اور اچھائیوں سے بھری ہوں گی انہی لوگوں کو حاصل ہوں گی جو زمین پر سچا ایمان رکھتے تھے۔

ایک خوبصورت زندگی:

جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے ،اس (اللہ) کا خوف نہیں رکھتے اور جو پرہیز گاری اختیار نہیں کرتے ان کی زندگیاں اس رحمت اور نعمتوں سے عاری ہوں گی جو ایمان والوں کیلئے مخصوص کی گئی ہیں:

ترجمہ: ''اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ہم کھول دیتے ان پر برکتیں آسمان کی اور زمین کی لیکن انہوں نے جھٹلایا (ہمارے رسولوں کو) تو پکڑ لیا ہم نے انہیں بوجہ ان کرتوتوں کے جو کیا کرتے تھے۔(سورۃ الاعراف۔آیت:۹۴)

تاہم جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کا خوف رکھتے ہوئے اچھے کردار کا مظاہرہ کیا انہیں مرنے کے بعد جنت کی زندگی عطا کرکے خوش خبریاں دی جائیں گی اور اس دنیا میں بھی اللہ کی رحمت اور کرم سے بہترین طور پر نوازا جائے گا۔

ترجمہ: ''جو بھی نیک کام کرے،مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے عطا کریں گے ایک پاکیزہ زندگی اور ہم ضرور دیں گے انہیں ان کا اجر ان کے اچھے (اور مفید) کاموں کے عوض جو وہ کرتے تھے۔''(سورۃ النحل۔آیت:۹۷)

جیسے منکرین کے عذاب کی ابتداء اس دنیا میں ہی ہو جاتی ہے اسی طرح پرہیز گار اور

سچے مومنوں سے کبھی نہ ختم ہونے والی بھلائی کے وعدے پر عملدرآمد بھی یہیں شروع ہو جاتا ہے۔ چونکہ نعمتوں کی فراوانی اور خوبصورتی، جنت کے اہم اوصاف میں سے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے عزیز اور فرمانبردار بندوں کو دنیا میں بھی ان نعمتوں کا مزہ چکھائے گا تا کہ ان کے دلوں میں جنت کی خواہش اور طلب زیادہ بڑھے۔

اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس دنیا میں پریشانیوں اور مایوسی سے بھی محفوظ رکھے گا کیونکہ وہ اللہ کے احکامات اور پابندیوں کا خیال رکھتے رہے اپنی زندگیاں اللہ کی پیروی کرتے گزاریں، سب سے بڑھ کر ہمیشہ اللہ پر بھروسہ کرتے اور صبر سے کام لیتے رہے اور آخرت کی فکر میں مبتلا رہے مایوسی کے بجائے اللہ ان کے دلوں کو امن اور سلامتی کے احساس سے بھر دے گا نیکی اور عبادت کے ہر چھوٹے بڑے کام میں انہیں پورا یقین ہوتا ہے کہ اللہ پاک انہیں دیکھ رہا ہے اور نگراں فرشتے ان کے ہر عمل کو کتاب میں لکھتے جا رہے ہیں چنانچہ وہ ایک خاص قسم کا سکون محسوس کرتے ہیں جو اس بات کو جاننے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے کہ آخرت میں انہیں ہر اچھے عمل کا بھرپور اجر ملے گا۔

دوسری طرف یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے ظاہر ہے ایک سچے مومن کو کئی بار انتہائی مشکل اور سخت حالات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے تاہم کیسی بھی صورتحال ہو اللہ سے ڈرنے والے سچے مومن کیلئے یہ مشکلات بھی رحمت اور انعام بن جاتی ہیں۔ اس بات کی ایک بہت اچھی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے جن پر جھوٹا ہونے کا الزام لگایا گیا اور ان کی قوم انہیں آگ میں پھینکنے والی تھی مگر اس کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ایمان پر سمجھوتہ کیا اور نہ ہی اللہ پر بھروسہ میں لغزش دکھائی۔

بلاشبہ زندہ جلائے جانا ایک خوفناک سزا ہے مگر حضرت ابراہیمؑ کے معاملے میں اللہ پاک نے آگ کو حکم دیا کہ وہ ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کیلئے ٹھنڈی ہو جائے اور سلامتی بن جائے، چنانچہ آگ نے انہیں (حضرت ابراہیمؑ) کو کوئی تکلیف یا گزند نہ پہنچائی مایوسی

نقصان یا پریشانی دراصل ایسی سزا ہے جو کسی شخص کے غلط اعمال یا برے کردار کی وجہ سے واقع ہوتی ہے:

ترجمہ: ''اور جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائی کے سبب ہے''

(الشوریٰ آیت: ۳۰)

ورنہ ایک مخلص ایمان والے کے لیے جو ہر ممکن حد تک اللہ سے ڈرتا ہے اور اپنے طرز عمل میں اللہ کی رضا کا خیال رکھتا ہے ایسی سزا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس دنیا میں ایمان والوں پر جو سختیاں آتی ہیں وہ دراصل ان کا امتحان ہوتا ہے جو صرف ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا احترام اور خوف بڑھاتی اور جنت کی آرزو کو جلا بخشتی ہے حقیقی مومن جانتا ہے کہ مشکلات اور سختیاں اسے آزمانے اور سبق سکھانے کے لیے تخلیق کی گئی ہیں اور دراصل اس کے لیے اچھے کردار اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنے کا موقع ہوتی ہیں...اور جب تک وہ اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے یہ سختیاں اور مشکلات اس کے لیے آخرت کے اجر کا موقع بھی ہیں قرآن پاک واضح کرتا ہے کہ آخرت میں ان مواقع کو دیکھنے کی صلاحیت ان لوگوں کا وصف ہے جو سچا ایمان رکھتے اور اللہ کے ڈر سے آگاہ ہیں:

ترجمہ: ''(اور یونہی) پوچھا گیا ان سے جو متقی تھے کہ وہ کیا ہے جو اتارا ہے تمہارے ربّ نے؟ انہوں نے کہا سراپا خیر! جنہوں نے اچھے کام کیے اس دنیا میں بھی ان کے لیے بھلائی ہے اور آخرت کا گھر بھی (ان کیلئے) بہتر ہے اور بہت ہی عمدہ ہے پرہیزگاروں کا گھر''۔

(سورۃ النحل۔آیت نمبر ۳۰)

ایک سچا مومن دنیا میں صراطِ مستقیم پر چلتا رہا اس کی موت اچھی اور آسان ہوگی اس کی حیات بعد از موت کا آغاز فرشتوں کے خوش آمدید کہنے سے ہوگا اور اس کے بعد اسے وہ آرام اور آسانیاں ملیں گی جو ہر سچے مسلمان کا انتظار کر رہی ہیں۔

آسان حساب:

سچے اہل ایمان آخرت میں سخت حساب کتاب کے خوف سے اپنی ساری زندگی نیک اعمال کے لیے کوشاں رہیں گے۔ وہ اللہ کی حدود پر سختی سے کاربند رہیں گے۔

چنانچہ آخرت میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے چہرے روشن کردیں گے جو اس سے ڈرتے رہے اور ان لوگوں کے اعمال کا حساب بھی آسان ہوگا۔ انہیں ان کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور جس حساب سے وہ ڈرتے رہے اسے آسان بنادیا جائے گا:

ترجمہ: "پس جس کو دیا گیا اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں تو اس سے حساب آسانی سے لیا جائے گا وہ واپس لوٹے گا اپنے گھر والوں کی طرف شاداں وفرحاں"۔

(سورۃ الانشقاق۔آیات ۷۔۹)

جب حساب کتاب مکمل ہوجائے گا تو سچے مسلمان جہنم کے عذاب سے بچنے پر بے حد خوش ہوں گے۔ جیسا کہ درج بالا آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے پیاروں کے پاس خوشی خوشی واپس آئیں گے۔

جنت کی ابدی زندگی:

ترجمہ: "لیکن وہ جو ڈرتے رہے اپنے ربّ سے، ان کیلئے باغ ہوں گے، رواں ہونگی ان کے نیچے ندیاں (وہ متقی) ہمیشہ رہیں گے ان میں، یہ تو مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے اور جو ابدی نعمتیں اللہ کے پاس ہیں وہ بہت بہتر ہیں نیکوں کاروں کیلئے۔" (سورۃ آل عمران آیت:۱۹۸)

ترجمہ: "اس جنت کی کیفیت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے ایسی ہے کہ رواں ہیں اس کے نیچے ندیاں اس کا پھل ہمیشہ رہتا ہے اور اس کا سایہ بھی نہیں ڈھلتا یہ انجام ہے ان کا جو (اپنے ربّ سے) ڈرتے رہے اور کفار کا انجام آگ ہے۔" (سورۃ الرعد آیت نمبر ۳۵)

ایسے اہل ایمان جو جہنم کے ابدی عذاب کا سامنا کرنے سے ڈرتے اور اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی سے بچتے رہتے ہیں،انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ان لوگوں جیسا انعام ملے گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور پرہیز گار ہیں اور انہیں ان کے ابدی ٹھکانے (جنت) میں بھیج دیا جائے گا۔

ترجمہ: ''اور لے جایا جائے گا انہیں جو ڈرتے رہے تھے (عمر بھر) اپنے ربّ سے، جنت کی طرف گروہ درگروہ حتیٰ کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور جنت کے دروازے پہلے ہی کھول دیے گئے ہوں گے اور انہیں کہیں گے جنت کے محافظ:تم پر سلام ہو،تم خوب رہے پس اندر تشریف لے چلو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔اور وہ (خوش بخت) کہیں گے ساری تعریفیں اس اللہ (کریم) کے لیے جس نے پورا فرمایا ہمارے ساتھ اپنا وعدہ اور وارث بنا دیا ہمیں اس (پاک) زمین کا۔اب ہم ٹھہریں گے جنت میں جہاں چاہیں گے۔پس کتنا عمدہ اجر ہے نیک کام کرنے والوں کا۔''

(سورۃ الزمر آیت:۷۳-۷۴)

ان سچے مسلمانوں کے لیے جو جنت میں داخل ہوں گے،دیگر سب چیزوں سے زیادہ خوش کن اور باعث مسرت بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخاطب کیے جانے کا شرف ہوگا۔

ترجمہ: ''تم سلامت رہو!(انہیں) یہ کہا جائے گا اپنے رب رحیم کی طرف سے۔''

(سورۃ یٰسین آیت نمبر ۵۸)

اللہ تعالیٰ جنت میں سچے اہل ایمان سے یوں خطاب فرمائیں گے:

ترجمہ: ''اے میرے (پیارے) بندوں! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم (آج) غمزدہ ہوگے۔''(سورۃ الزخرف آیت ۶۸)

اللہ پاک جس نے نسل انسانی کو تخلیق کیا وہ (اللہ تعالیٰ) ہم سے بھی زیادہ جانتے ہیں کہ ہمیں اس (اللہ تعالیٰ) پر یقین رکھنے کے انعام میں کیا چیز سب سے زیادہ خوشی دے گی،اور ایسی ہی بے شمار چیزیں اہل ایمان کا جنت میں انتظار کر رہی ہیں۔چنانچہ جنت کی خشک نعمتیں اور حیرت انگیز کرشمے انسانی تصور سے باہر ہیں۔ایسی بے شمار نعمتیں ایمان والوں کو دی جائیں گی

جنہیں کبھی کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہوگا اور نہ کان سے سنا ہوگا۔ اپنی باقی تمام زندگی اہل ایمان کو ہر شے ان کی خواہش کے عین مطابق ملے گی۔

ترجمہ: ''انہیں ملے گا جو وہ چاہیں گے اپنے رب کے پاس سے۔ یہی بڑا فضل ہے۔''

(سورۃ الشوریٰ آیت:۲۲)

قرآن پاک میں اہل ایمان کی جنت کی ابدی آیات کے ہر پہلو کو واضح کیا گیا ہے، ان کی قیام گاہ، ہمسفر، ماحول کی خوبصورتی، خوراک اور دیگر بے شمار خوشیاں جو ان کا انتظار کر رہی ہیں قرآن پاک میں ان کی تفصیل بیان فرمادی ہے۔

قرآن پاک کی ایک آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والوں کی ابدی زندگی کا موازنہ ان لوگوں کے دردناک انجام سے کیا گیا ہے۔

جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے:

ترجمہ: ''احوال اس جنت کے جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے اس میں نہریں ہیں ایسے پانی کی جس کی بو اور مزہ نہیں بگڑتا اور نہریں ہیں دودھ کی جن کا ذائقہ نہیں بدلتا۔ اور نہریں ہیں شراب کی جو لذت بخش ہیں پینے والوں کیلئے۔ اور نہریں ہیں شہد کی جو صاف ستھرا ہے۔ اور ان کیلئے اس میں ہر قسم کے پھل ہونگے اور (مزید براں ان کیلئے) بخشش ہوگی اپنے رب کی طرف سے (سوچو!) کیا یہ ان کی مانند ہوں گے جو ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور کاٹ دے گا ان کی آنتوں کو۔'' (سورۃ محمد۔ آیت نمبر ۱۵)

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ جو شخص عقل و سمجھ رکھتا اور حقیقت پسند ہے اسے صرف اپنے اردگرد حقائق پر صرف ایک لمحہ غور کرنے کی ضرورت ہے اور وہ اپنے اندر امید اور اللہ کے خوف کو گامزن پائے گا۔

سب سے بڑا انعام: اللہ تعالیٰ کا دائمی انعام

ترجمہ: ''وعدہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں سے باغات کا، رواں ہیں جن کے نیچے ندیاں۔ یہ ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ نیز (وعدہ کیا ہے) پاکیزہ مکانات کا سدا بہار باغوں میں اور رضائے خداوندی ان سب نعمتوں سے بڑی ہے۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔''

اہل ایمان کیلئے جنت میں داخل ہونے پر عظیم روحانی مسرت کا باعث اس حقیقت کا احساس ہوگا کہ اس لمحے سے اللہ ان سے راضی ہے، وہ ان سے پیار کرتا ہے وہ کبھی انہیں سزا نہیں دے گا اور ہمیشہ کے لئے اللہ کے دوست رہیں گے اللہ کی رضا حاصل ہو جانے سے ملنے والی خوشی اور لطف کا احساس، دنیا کی کسی بھی مسرت سے کئی گنا زیادہ عظیم ہوگا اللہ کی رضا، جنت کی نعمتوں کی حتمی لذت عطا کر دے گی، اگر چہ جنت کی نعمتیں ازخود انتہائی زبردست ہیں مگر ان سے بھی بڑھ کر باعث مسرت تمام جہانوں کے مالک کی رضا اور اس کی رحمت کا حاصل ہونا ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اے نفس مطمئن! واپس چلو اپنے ربّ کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی۔ پس شامل ہو جاؤ میرے (خاص) بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔'' (سورۃ الفجر۔ آیت: ۲۷۔۳۰)

اللہ کن سے محبت کرتا ہے

(حمید اللہ حمیدی)

اللہ کے ایک پیارے بندے نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ اپنے ہاتھ میں لوگوں کی ایک طویل فہرست لئے کھڑا ہے۔ آپ نے اس فرشتے سے پوچھا کہ اس فہرست میں کیا لکھا ہے؟۔ فرشتے نے جواب دیا "اس فہرست میں ان لوگوں کے نام درج ہیں جو اللہ سے محبت کرتے ہیں"۔

آپ نے پوچھا "اس فہرست میں کیا میرا نام بھی لکھا ہے۔؟

اس فرشتے نے کہا۔ نہیں !۔ اس پر اللہ کے پیارے بندے نے فرشتے سے کہا "میرا نام ان لوگوں میں لکھ لو جو اللہ کی مخلوق سے محبت کرتے ہیں۔" یہ سن کر فرشتہ غائب ہو گیا۔ اگلی رات پھر وہی فرشتہ ظاہر ہوا جس کے ہاتھ میں ایک فہرست تھی۔ آپ نے پھر اس فرشتے سے استفسار کیا کہ اس فہرست میں کیا لکھا ہے؟

اس پر فرشتے نے بتایا کہ اس فہرست میں ان لوگوں کے نام درج ہیں جن سے اللہ تعالیٰ خود محبت کرتا ہے اور اس فہرست میں آپ کا نام سرفہرست ہے۔

وہ اللہ کے پیارے بندے حضرت ابراہیم بن ادھمؒ تھے۔ جن سے اللہ اس لئے پیار کرتا تھا کیونکہ وہ اللہ کے بندوں سے محبت کرتے تھے۔

خوشحال اور آرام دہ زندگی بسر کرنا ہر انسان کی تمنا ہے اور بنیادی ضروریات و آسائشِ زندگی کے لئے دولت کمانا ہر انسان کا پیدائشی حق ہے اور اس کے لئے زیادہ سے زیادہ کمانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ لیکن جوں جوں دل فریب ایجادات، پرکشش مصنوعات اور سامان

راحت زندگی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے انسان کی ضروریات ،خواہشات اور ہوس بھی بڑھتی جارہی ہے۔جدید سامان تعیش اور مصنوعات میں ایسی تخلیقی کشش اور تکنیکی مہارت پائی جاتی ہے کہ ہرنئی ایجاد ہماری تہذیب اور زندگی کا لازمی حصہ بن جاتی ہے اور ہر کوئی اسے حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہوجاتا ہے۔اسی سائنسی اور صنعتی ترقی نے انسان کو دولت پرست اور لالچی بنادیا ہے اور قلیل وقت اور کم سے کم محنت کے ذریعے زیادہ سے زیادہ کمانے اور دولت سمیٹنے کے شوق اور ہوس نے اسے جنوں کی حد تک مادہ پرست بنادیا ہے۔ ہمارے خوبصورت گھر سامان تعیش و راحت سے بھرے ہیں لیکن دل دولت سکون سے خالی پڑے ہیں۔بدقسمتی سے ہمارے ملک کی معاشی بنیاد ہی حرام (سود) پرمبنی ہے۔پورا معاشرہ حرام کمائی اور حرام خوری کی عادت میں بری طرح ملوث ہے لوگوں نے حرام کمائی کو نظریہ ضرورت کے تحت جائز قرار دے رکھا ہے۔ہر فرد نے حرام کمانے کے ایسے ایسے داؤ پیچ طریقے اور گُر ایجاد کر لئے ہیں کہ کسی غیر مسلم معاشرے میں بھی ایسی مثال نہیں ملے گی اور زیادہ سے زیادہ کی ہوس نے معاشرے کا امن اور دلوں کا سکون تباہ کردیا ہے۔

دولت پرستی کے محرکات

محدود آمدنی: جدید دور میں انسان کی ضروریات بہت بڑھ گئی ہیں اور جب محدود آمدنی سے اسکی بنیادی ضروریات بھی پوری نہیں ہوتیں تو وہ حصول دولت کے لئے ہر طرح کے جائز و ناجائز طریقے اختیار کرتا ہے۔

مہنگائی: روزمرہ استعمال کی چیزوں اور ضروریات زندگی کی قیمتوں میں بے پناہ اضافہ بھی ہوس دولت کا ایک سبب ہے۔

جذبہ مسابقت: احساس برتری ، دکھاوا ، نمائش انسانی فطرت کا ایک کمزور پہلو ہے ۔ یہی نفسیاتی کمزوری اسے معاشرے میں اپنی برتری ثابت کرنے ،معیار زندگی کو بلند کرنے اور

خاندانی شان وشوکت برقرار رکھنے کے لئے ہر ممکن طریقے سے دولت سمیٹنے پر مجبور کرتی ہے ۔

حب دنیا: نئی نئی مصنوعات کے حصول کی خواہش ، دلفریب ،چمکتی اشیاء کی کشش،اعلیٰ نفیس چیزوں کا شوق ،سامان عیش ونشاط کی ہوس اور دنیائے رنگ وبو سے محبت انسان کو دولت کمانے کے لئے ہرنا جائز طریقہ اختیار کرنے پر اکساتی ہے۔

مفلسی کا خوف: انسان فطرتاً کمزور ہے ۔وہ جلد ہی بدلتے حالات اور مصائب حیات سے گھبرا جاتا ہے ۔ جب بے روزگاری ، کاروباری خسارہ ،فقر و فاقہ اور آزمائش کا مقابلہ نہیں کر پاتا تو ایمان ، اخلاقیات اور قانون بھی اسے حصول دولت کے لئے انتہائی قدم اٹھانے سے نہیں روک سکتے۔

معاشرتی بے انصافیاں: ایک تعلیم یافتہ ،حساس اور تنگ دست آدمی جب معاشرے میں دوسروں کو عیش وعشرت کرتے دیکھتا ہے تو اپنے ساتھ ہونے والے معاشرتی ظلم اور بے انصافی کو برداشت نہیں کر پاتا ،صبر کا دامن چھوڑ دیتا ہے اور حصول دولت کے لئے سنگین جرم کرنے سے بھی نہیں ڈرتا۔

ہوس: انسان بہت لالچی واقع ہوا ہے وہ کبھی بھی موجود نعمتوں پر مطمئن نہیں ہوتا اور نہ ہی شکرادا کرتا ہے اور زیادہ کمانے کے طریقے سوچتا رہتا ہے۔دوسروں کے حقوق غصب کرنے میں بھی کوئی خوف یا عار محسوس نہیں کرتا۔

دولت اگر چہ ایک بے پناہ قوت اور ایک نعمت ہے جس کے بغیر ایک باوقار زندگی کا تصور ممکن نہیں لیکن اسباب ومحرکات اور مجبوریوں کو حرام دولت کمانے کے لئے جواز نہیں بنایا جاسکتا حرام دولت کمانے کے محرکات قابل گرفت اور قابل مذمت ہیں لیکن ہر عمل کی بنیاد نیت ہے انسان جس چیز کے لئے سوچتا اور کوشش کرتا ہے اس کو وہ ملتی ہے ۔جو حرام دولت کے لئے سوچتے اور منصوبے بناتے ہیں ان کے رزق میں حرام کا لقمہ شامل ہو ہی جاتا ہے ۔اور جو حلال کے لئے

محنت ومشقت کرتا ہےاللہ تعالیٰ اسکے لئے حلال رزق کے بے شماردروازے کھول دیتا ہےاوراس وقت تک انہیں حرام کےایک لقمے سے بھی محفوظ رکھتا ہے جب تک وہ حرام کی خواہش نہیں کرتے اوران کی حلال کمائی میں بے پناہ برکت ڈال دیتا ہے۔

حرام خوروں کا یہ خودساختہ نظریہ کہ اب تو حلال روزی ملتی ہی نہیں۔حرام کے بغیر قلیل آمدنی میں گزارہ نہیں ہوسکتا ایک سراسر شیطانی چال اورفریب نفس ہے۔حقیقت یہ ہے کہ حرام خوروں کی عقل وخرد پر دنیاوی لذتوں کی چربی اورحرام دولت کا ایک نشہ سوار ہو جاتا ہے۔ وہ تمام اخلاقی ضابطوں انسانی رشتوں اورآسمانی ہدایات کوفراموش کردیتے ہیں۔انہیں وافر دولت دنیا کا سامان تعیش مل تو جاتا ہے لیکن وہ اس حقیقی سرور، برکت،اطمینان قلب اوراللہ کی رضا سے محروم ہوجاتے ہیں جومحنت ومشقت سے کمائی ہوئی دولت سے ایک مزدورکوحاصل ہوتی ہے ۔وہ مال ودولت، دنیا بھرکی نعمتوں، تمام ترلذتوں کے باوجودراتوں کی نینداوردل کے سکون سے محروم رہتے ہیں۔ان پر ہرساعت ایک انجانے خوف وحزن کا سایہ فگن رہتا ہے۔

معاشرے میں بدنامی کی فکر، گرفتاری کا خوف،کاروبار میں خسارے کا اندیشہ، دولت کھوجانے کاغم دولت بچانے اورسمیٹنے کی ہوس ان کی زندگی کوایک کربناک صورت حال سے دو چار رکھتی ہے۔ان کی زندگی بظاہر بڑی دلفریب، پرآسائش اورخوش حال دکھائی دیتی ہے لیکن حقیقت میں ان کی شان وشوکت، پرکشش زندگی،خوشیاں عارضی اورکھوکھلی ہوتی ہیں۔حرام دولت کمانے والوں کوایک روز رسوائی اورذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ان کی دولت عدالت، مقدموں، گھریلو وسیاسی جھگڑوں،طرح طرح کی جسمانی ونفسیاتی بیماریوں، اوراصراف و عیاشیوں میں تباہ ہوجاتی ہے۔

ایسے لوگ ایک دن کسی ناگہانی مصیبت میں گرفتار ہوکرسب راحتوں سے محروم ہو جاتے ہیں نافرمان اورعیاش اولاد کے ہاتھوں کوڑی کوڑی کےمحتاج ہوجاتے ہیں۔حرام کمائی کرنے والےاللہ کےنافرمان، معاشرےکےمجرم اورقانون کےباغی ہوتے ہیں۔

یہ لوگ لالچی، خودغرض، انسانیت کے دشمن اور ملک کے لئے ناسور ہوتے ہیں۔ ہوس و طمع انہیں عمل صالح سے روکتے ہیں۔ حرام دولت سے کیا گیا صدقہ و خیرات اور نیک عمل اللہ کی بارگاہ میں ناقابل قبول ہے۔ حرام دولت میں نہ برکت ہے نہ لذت اور نہ راحت، ناجائز ذرائع سے دولت کمانے والوں کی زندگی ظاہری طور پر بڑی قابل رشک ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ مسلسل ایک بے سکونی اور کرب میں گرفتار رہتے ہیں۔

اس کے برعکس حلال روزی کے لئے جدوجہد کرنے والے کو حقیقی قلبی سکون، سچی خوشی اور روحانی اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ محنت کش اور متقی پرہیزگار معاشی تنگی اور تنگ دستی کے باوجود ذہنی کرب، نفسیاتی الجھنوں اور انجانے اندیشوں سے محفوظ رہتا ہے اور رات کو گہری نیند سوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے معاشی مسائل اور معاملات زندگی اس طرح حل کر دیتا ہے کہ غریب محنت کش کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسلام میں حلال کمائی کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

☆ اے پیغمبرو! حلال چیز کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

☆ اور تیرے رب کا دیا ہوا رزق حلال ہی بہتر ہے اور وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔

☆ لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے (حرام و گمراہ کن) راستوں پر نہ چلو۔

دنیا کے عظیم دانش ور اور رہبر اپنی امت کو حلال روزی کمانے کی تعلیم دیتے ہوئے ایک مثال بیان فرماتے ہیں۔ جس نے محنت مزدوری کر کے حلال روزی کمائی اور اس سے اپنے بچوں کی پرورش کی اس کی مثال حضرت موسیٰ کی ماں جیسی ہے جس نے اپنے ہی بچے (حضرت موسیٰ) کی پرورش کی اور وقت کے بادشاہ فرعون سے مزدوری حاصل کی۔

محنت کش اور رزق حلال کے لئے جدوجہد کرنے والا اللہ کا دوست اور محبوب بندہ ہوتا ہے قوموں کی ترقی اور افراد کی خوش حالی کا راز بھی محنت مشقت میں ہے۔ اکل حلال کے لئے کوشش

اور محنت کرنے والے کا اللہ تعالیٰ معاون اور مددگار ہوتا ہے معاشی تنگی میں وہ گھبراتے ہیں نہ ہی حرام کے لئے کوئی ذریعہ اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے معاشی مسائل اس طرح حل کر دیتا ہے کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوتی ۔ان کی تمام ضروریات زندگی پوری کرتا ہے ۔رزق حلال میں برکت ہی برکت ہے اور حلال کی روکھی سوکھی روٹی میں وہ لذت ہے کہ حرام کی مرغن غذائیں کھانے والا اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

☆...... حلال کے لئے کوشش کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہیں ہونے دیتا۔معاشرے میں ان کی عزت وآبرو کا تحفظ کرتا ہے۔

☆...... ان کی قلیل آمدنی میں برکت پیدا کر دیتا ہے۔

☆...... ان کی دعا اور صدقہ وخیرات قبول کرتا ہے۔

☆...... ان کی اولاد فرمانبردار اور نیک نام ہوتی ہے۔

☆...... ان کا ہر احسن کام نیکی بن جاتا ہے۔

☆...... ان میں اخلاقی جرات اور حق گوئی کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

☆...... ان کی سادہ زندگی میں بھی ایک سکون اور کشش پائی جاتی ہے۔

☆...... بچوں کے لئے محنت مزدوری عبادت میں شمار ہوتی ہے۔

اس دھرتی میں اگنے والی تمام فصلیں ،پھل ،سبزیاں ،اناج ،مشروبات (پانی دودھ شہد) اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ خالص اور مطہر نعمتیں ہیں اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ اس کے بندے حرام لقموں سے اپنا پیٹ بھریں جس طرح جسمانی قوت وصحت کیلئے خالص اور مکمل غذا ضروری ہے اس طرح روحانی سکون اور جسمانی آسودگی کے لئے پاک وحلال روزی ضروری ہے۔

حلال کمائی ایک نعمت ہے اس میں سچی مسرت اور برکت ہے ۔زندگی میں طرح طرح کی نفسیاتی الجھنوں جسمانی بیماریوں ،خوف وحزن اور قلبی اضطراب سے محفوظ رہنے کے لئے حرام طریقوں سے روزی کمانا چھوڑ دیں معاشی تنگی سے گھبرا کر نہ تو کسی سے قرض لیں اور نہ ہی

غبن دھوکہ دہی، بد دیانتی، لوٹ کھسوٹ، حق تلفی، چوری، رشوت، جھوٹ، ملاوٹ اور ہیرا پھیری کر کے دولت کمانے کی کوشش کریں۔ عارضی خوشیوں، نام ونمود، جھوٹے وقار، معیارِ زندگی، سامان آرائش وراحت کے لئے اپنی اولاد اور اپنے لئے دین و دنیا میں ذلت و بربادی کا سامان اکٹھا نہ کریں دنیا کی دلفریبی، دلکشی ایک وقتی اور عارضی چیز ہے۔ اپنی خواہشات پر قابو رکھیں تھوڑے پر قناعت کرنے کی کوشش کریں اور صبر سے کام لیں اللہ تعالیٰ رزق حلال کے کتنے ہی باب اور اسباب پیدا کر دے گا۔ حرام طریقوں سے دولت کمانے والوں کو زندگی میں کبھی بھی سکونِ دل نصیب نہیں ہوتا۔ ایسا انسان جب دنیا سے لوٹتا ہے تو دولت ہی کے غم میں آہیں بھرتا ہے۔ جبکہ ایک محنت کش متقی دنیا سے خوش و مطمئن اور قلب سلیم لیکر رخصت ہوتا ہے۔

ہم اکثر اپنی غلطیاں، جرائم اور گناہ سرزد کرنے کے بعد فراموش کر دیتے ہیں۔ فطرت کے اصولوں اور شریعت و اخلاقیات کے احکامات کا احترام نہیں کرتے۔ یاد رکھیں فطرت نہ تو ہماری غلطیوں اور گناہوں کو بھولتی ہے اور نہ ہی معاف کرتی ہے اور شریعت نے بھی تعزیرات اور سزائیں طے کر رکھی ہیں۔ فطرت ہمارے معاملات زندگی اور اعمال و کردار کا ایک سخت محاسب کی طرح مشاہدہ، مطالعہ اور تجزیہ کرتی رہتی ہے اور مناسب وقت پر دنیا ہی میں سزا دینے میں دیر نہیں لگاتی اور آخرت میں تو ہر لقمے اور ہر گھونٹ کا حساب ہوگا۔

حضرت ابو حفص ؒ طرطوسی ایک بار ابو عبداللہ (احمد بن حنبلؒ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سوال کیا۔ حضرت یہ بتایئے کہ دل کس طرح نرم ہوتے ہیں؟۔ (یعنی دل کو سکون کیسے ملتا ہے) حضرت کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے اور پھر فرمایا!

پیارے بیٹے دل "حلال" روزی سے نرم ہوتے ہیں۔ پھر ابو حفصؒ نے یہی سوال بشر بن حارث سے پوچھا انہوں نے کہا کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔ اس پر ابو حفصؒ نے کہا۔ میں نے یہی سوال احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا تھا! دلوں کو سکون حلال روزی سے ملتا ہے۔

اسلام !فلاح انسانیت کا ضامن

(محمد شمشاد عالم)

اسلام غلامی کی ہر اُس نوع کی آزادی کا نام ہے جو ارتقائے انسانیت میں رکاوٹ بنتی ہے اور اس کو نیکی اور بھلائی کی راہ سے روکتی ہے ۔ یہ آزادی کا پیغام ہے، آمرین مطلق سے جو انسانوں کے جان و مال ،عزت و آبروئے نفس اور خوداعتمادی سب کچھ لوٹنا چاہتے ہیں۔ اسلام انسان کو یہ سیکھاتا ہے کہ اقتدارِ حقیقی کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے ۔ وہی انسانوں کا حقیقی فرمانروا ہے ۔ سارے انسان اُسکی پیدائشی رعایا ہیں وہی انسانوں کی تقدیر کا مالک ہے اسکی مرضی کے بغیر نہ کوئی کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ کوئی مصیبت یا تکلیف دور کر سکتا ہے۔

اسلام انسان کو خواہشات وشہوات کی غلامی سے بھی آزاد کرتا ہے حتیٰ کہ زندگی کی خواہش سے بھی اس کو بے نیاز کر دیتا ہے ۔ حبِّ جان کی یہی انسانی کمزوری ہے جس سے حکمران ہمیشہ فائدہ اُٹھاتے ہوئے انسانوں کو اپنا غلام بنا لیتے ہیں ۔ اگر انسان میں یہ کمزوری نہ ہوتی تو وہ کبھی کسی کی غلامی پر راضی نہ ہوتا اور نہ یوا ستبداد کو یوں رقص ابلیسی کی اجازت دیتا۔ جبر و استبداد سے پامردی سے مقابلہ کرنے کی تعلیم دے کر اسلام نے انسانیت پر عظیم احسان کیا ہے ۔ <u>اسلام ہی نے اندھی بہری خواہشات کے منہ زور گھوڑے کو اللہ کی محبت سے قابو میں رکھنا سکھایا ہے ۔</u>

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم مجھے چھ باتوں کی ضمانت دے دو میں تمہارے لئے جنت کی ضمانت اور ذمہ داری لیتا ہوں جب بولو، تو سچ بولو، وعدہ کرو تو وفا کرو، جب امانت کا مال تمہارے پاس رکھا جائے تو ادا کر دیا کرو، خیانت مت کرو، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو، نظریں نیچی رکھو، اور اپنے ہاتھوں کو قابو میں رکھو۔'' یہ حدیث پاک ایسی تعلیم پر مشتمل ہے جو

پوری انسانیت کے لئے فلاح و بہبود کا بہترین تمغہ ہے اور شارع اسلام ﷺ کے اختیار و عظمت کا بھی آئینہ دار ہے جنہوں نے دلوں کی ہدایت میں اس قدر کوششیں کیں کہ خود کو مشقت میں ڈال دیا اور 63 سالہ زندگی اسی اُمت کی اصلاح میں گزاری کہ شب و روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بہ دعا رہتے کہ اللہ تعالیٰ ان بندوں کو لذت آشنائی عطا فرما۔ اور حیوانیت کی تاریکی سے نکال کر انسانیت کے نور سے منور فرما تا کہ یہ لوگ حرص و ہوس اور بہری خواہشات کے چنگل سے آزاد ہو جائیں اور وعدۂ الست کے مست بن کر زندگی گزارنے میں لگ جائیں۔

ممکن ہے کہ حرص و ہوس اور خواہشات کا کوئی پرستار غلط بینی کے باعث یہ گمان کرے کہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں اس کی زندگی زیادہ کامیاب اور مسرتوں سے لبریز ہے۔ لیکن اس کوتاہی کی سزا اس کو بہت جلد بھگتنا پڑتی ہے۔ جب وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہوتا ہے تو اپنے آپ کو بے دام و بے بس غلام پاتا ہے جس کی تقدیر میں محرومی و شقاوت اور اضطراب و بے بسی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ انسان اگر ایک بار اپنی خواہشاتِ نفس کے سامنے ہتھیار ڈال دے تو پھر وہ کبھی انہیں قابو میں نہیں لا سکتا۔ بلکہ ان کی خودسری جیسے جیسے بڑھتی جاتی ہے ان کی پیاس میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح انسان حیوانیت کی پست ترین سطح پر گر جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ زندگی اور اس کے گوناگوں مسائل کے بارے میں اس طرح کا رویہ انسانیت کو کسی مادی یا روحانی ترقی سے ہمکنار نہیں کر سکتا۔ ترقی مادّی ہو یا روحانی اس کے لئے انسان کو اپنی خواہشاتِ نفس کی غلامی سے آزاد ہونا شرطِ اوّل ہے اس کے بعد ہی سائنس، آرٹ اور مذہب کے میدانوں میں کوئی ترقی ممکن ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ اسلام نے خواہشاتِ نفس کی غلامی سے آزادی پر بہت زور دیا ہے مگر اس غرض سے وہ اپنے پیروؤں کو نہ تو رہبانیت اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ان کو اچھی اور پاکیزہ چیزوں سے متمتع ہونے سے روکتا ہے۔ افراط و تفریط سے ہٹ کر وہ بیچ کی راہ اعتدال اختیار کرتا ہے۔ اس کی نگاہ میں اس دنیا میں جو کچھ پایا جاتا ہے وہ سب انسانوں کیلئے پیدا کیا گیا ہے

مگر انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے پیدا کیا گیا ہے

؎ جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

دنیا کا یہ سر و سامان انسان کو صرف اس لئے ملا ہے کہ اس کے ذریعہ وہ اپنے بلند مقصد تخلیق کو پا سکے اور کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔ اس کے برخلاف عصرِ حاضر میں جو صورت حال پائی جاتی ہے اور اسکو جو مسائل درپیش ہیں ان کو دیکھتے ہوئے کسی معقول انسان کیلئے یہ باور کرانا مشکل ہے کہ جدید انسان کسی عقلی بنیاد پر اسلامی نظامِ زندگی سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے اندر یہ خام خیال جگہ پا چکا ہے کہ مذہب اپنی افادیت کھو چکا ہے اور فرسودگی کا شکار ہو گیا ہے اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ انسانی زندگی تین واضح نفسیاتی ادوار سے گزرتی ہے" دورِ وحشت، دورِ مذہب اور دورِ سائنس۔ لہٰذا اب سائنس کا دور ہے مذہب کی قطعاً ضرورت نہیں۔ انہیں کون بتائے کہ آج کی بیسویں صدی میں بھی انسانیت ان تمام خرابیوں میں مبتلا ہے جن میں دورِ وحشت میں گھری ہوئی تھی۔ ترقی اور روشن خیالی کے اس دور میں بھی انسانیت خواہشات نفسانی، عریانیت اور نسلی منافرت کی انتہائی مکروہ اور گھناؤنی صورتوں سے دوچار ہے۔ مثال درکار ہو تو امریکہ اور جنوبی افریقہ ہی پر ایک نگاہ ڈال لیجئے۔ اخلاق، تہذیب، اور انسانیت کے باب میں بیسویں صدی کے انسان کو ابھی اسلام سے بہت کچھ سیکھنا ہے کیونکہ اس کی عظمتیں اس قدر بلند ہیں کہ جدید یورپ کا انسان اب بھی اس کی بلندی سے بے بہرہ ہے اور سطحِ آب پر لکیریں کھینچ رہا ہے۔ مدت ہوئی کہ جب اسلام نے انسانیت کو نفسانی خواہشات، باہمی منافرت اور نسلی تعصبات سے نجات دلائی تھی اور آج بھی صرف اسلام دنیا کو غلامی اور نفرت کے اس دلدل سے نکال سکتا ہے۔

غصہ

(ماجد محمود توحیدی)

غصہ پر قابو پانے کے طریقے ، غصہ پی جانے والوں کی عظمت

انسان کے ساتھ ہر وقت ایک دشمن ہوتا ہے اور وہ ہے اس کا اپنا غصہ۔غصہ شیطان کی طرف سے آتا ہے اور شیطان ہمارا شدید دشمن ہے ۔ جوانسان غصے میں اپنی زبان اور ہاتھوں کو قابو کرنا نہیں جانتا، اسے اپنی تباہی کے لئے کسی دشمن کی ضرورت نہیں ۔لیکن اکثر لوگ غصے میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینا بہادری سمجھتے ہیں۔جب انسان کو غصہ آتا ہے تو اس کے پاس تین Option ہوتے ہیں ۔ (1)فوراً غصے کا بھر پور اظہار کرے ۔(2)وقت آنے پر بدلہ لے (3) خاموش رہے،صبر کرے اور غصہ پی کر زیادتی کرنے والے کو معاف کردے۔شیطان دل میں ڈالتا ہے کہ تیسری آپشن بزدلی اور شکست ہے۔کیا غصے میں دوسرے کو بھر پور نقصان پہنچانا بہادری اور فتح ہے؟ غصے کو کیسے قابو کیا جائے ؟ اللہ تعالیٰ کا قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟۔

"اور قسم نہ کھائیں تم میں سے فضیلت والے (اور مال میں) وسعت والے کہ وہ قرابت داروں کو، مسکینوں کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دیں گے اور چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔" (النور22)

مسطحؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے خالہ زاد تھے اور فقرائے مہاجرین میں سے تھے ۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کی کفالت کا ذمہ اٹھا رکھا تھا۔جب مسطحؓ لعنتیوں کے ساتھ مل کر مومنین کی

والدہ محترمہ عائشہ صدیقہؓ پر تہمت درازی میں ملوث ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ کو شدید غصہ آیا اور انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ وہ آئندہ مسطحؓ کی کفالت نہیں کریں گے۔ اس پر اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور پوچھا کہ کیا آپ نہیں چاہتے کہ اللہ آپ کو بھی معاف فرما دے؟ یہ آیات سنتے ہی حضرت ابو بکرؓ نے بے ساختہ فرمایا" کیوں نہیں ہمارے ربّ! ہم ضرور یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں بھی معاف فرمادیں۔"اس کے بعد انہوں نے اپنی قسم توڑنے کا کفارہ ادا کیا اور مسطحؓ کی امداد بحال کر دی۔ غور طلب بات ہے کہ بدلہ لینے کا اس سے جائز کیا جواز ہوگا لیکن اللہ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو نہ صرف اپنی بیٹی پر تہمت لگانے والے کو معاف کرنے کا حکم فرمایا بلکہ اس کی مالی امداد بھی بحال کرنے کو کہا۔ لیکن ہم اس سے بہت چھوٹی باتوں پر غصے میں اپنا اور دوسروں کا نقصان کرتے ہیں۔ سبق یہ ہے کہ جو یہ چاہے کہ اللہ اسے معاف کر دے، وہ غصے میں زیادتی کرنے والوں کو معاف کر دے۔ (فتح القدیر ، ابن کثیر)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "آپ غصہ نہ کیا کریں"رسول اللہ ﷺ نے اسے کئی بار دہرایا۔ (رواہ بخاری)

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا (جو صحابیؓ تھے) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔"یقیناً غصہ ایمان کو ایسے فاسد کر دیتا ہے جیسے صبر شہد کو فاسد کر دیتا ہے"

(رواہ البھقی فی شعب الایمان)

صبر ایک درخت کا نام ہے جس کا نہایت کڑوا پانی شہد کے بہترین میٹھے ذائقے کو بھی خراب کر دیتا ہے

غصہ پی جانے والے مومنین کی عظمت

اللہ تعالٰی نے قرآن میں فرمایا: "اور اپنے ربّ کی مغفرت اور اس جنت کی طرف دوڑو

جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو متقین کے لئے تیار کی گئی ہے۔ وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں (رزق کی) کشادگی میں اور تنگی میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے"۔ (آل عمران 134-133)

جن متقین کے لئے جنت تیار کی گئی ہے ان کی یہ نشانی ہے کہ جب غصہ آئے تو اسے پی جاتے ہیں اور زیادتی کرنے والوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

"تو تمہیں جو کچھ بھی عطا کیا گیا ہے، وہ دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا فائدہ ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ اس سے بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور وہ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب غصہ آتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں" (الشوریٰ 37-36)

"اور جو صبر کرے اور (زیادتی کرنے والے کو) معاف کر دے، تو یقیناً یہ بہت ہمت کے کام ہیں" (الشوریٰ 43)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ "کسی کو پچھاڑ دینے سے کوئی پہلوان نہیں بن جاتا، یقیناً پہلوان تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو (یعنی اپنی زبان اور حواس پر کنٹرول رکھے)" (رواہ بخاری و المسلم)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بندہ جو گھونٹ پیتا ہے، اللہ کے ہاں اس سے بہتر نہیں جو غصے کا گھونٹ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے پی جاتا ہے (رواہ امام احمد)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے سوال کیا اے میرے ربّ! آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں کون زیادہ عزت والا ہے؟ فرمایا: جو صاحب قدرت ہوتے ہوئے بھی معاف کر دیتا ہے"۔ (رواہ البیھقی)

یعنی اللہ کے ہاں وہ زیادہ عزت والا ہے جسے بدلہ لینے کا موقع مل جائے لیکن وہ اللہ کی

رضا کی خاطر زیادتی کرنے والے کو معاف کردے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیب پر پردہ ڈالتے ہیں اور جو اپنے غصے کو روکتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنے عذاب کو روک لیں گے اور جو اللہ کے سامنے معذرت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول فرما لیتے ہیں۔(رواہ البیہقی فی شعیب الایمان)

غصہ پر قابو پانے کے طریقے:

"اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ وہ بات کہیں جو بہتر ہو۔ یقیناً شیطان ان کے درمیان جھگڑا کرواتا ہے"(بنی اسرائیل 53) اکثر ناراضگیوں اور جھگڑوں کی وجہ غصے میں زبان کا غلط استعمال ہوتا ہے۔لڑائی اور فساد سے بچنے کی بہترین تدبیر زبان کا محتاط استعمال ہے۔

"(برائی یا زیادتی کا)ایسے طریقے سے جواب دو جو بہتر ہو۔تو پھر تمہارے اور جس کے درمیان دشمنی تھی، وہ ایسا ہو جائے جیسے گہرا دوست۔اور یہ نہیں پا سکتے سوائے صبر کرنے والوں کے اور یہ نہیں پا سکتے سوائے بہت خوش نصیب لوگوں کے اور اگر تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کیا کرو"(السجدہ 36-34)

اس آیت میں اللہ نے دشمن کو گہرا دوست بنانے کا Formula بتایا کہ کسی کی زیادتی تلخ کلامی اور نقصان پہنچانے کی سازش کا جواب احسان، خوش کلامی، نقصان نہ پہنچانے کے ارادے سے اور ہر بہتر انداز سے دیا جائے۔اس فارمولے کا Result تو دشمنی کا گہری دوستی میں تبدیل ہونا ہے لیکن اس پر صرف صبر کرنے والے ہی عمل کر سکتے ہیں۔برائی کا جواب اچھائی سے دینے کے لئے اپنے غصے پر قابو پانا ضروری ہے جس کے لئے اللہ سے پناہ طلب کی جائے۔

حضرت ابن عباسؓ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (برائی یا زیادتی کا)ایسے طریقے سے جواب دو جو بہتر ہو"(حم سجدہ 34) کی تفسیر بتاتے ہوئے فرمایا: "غصے کے وقت صبر کرنا اور زیادتی کے وقت معاف کر دینا۔جب وہ ایسا کریں گے، اللہ ان کو

بچائے گا اور ان کا دشمن ان کے آگے (ایسے) جھکے گا کویا کہ وہ بہت قریبی اور گہرا دوست ہے"

(رواہ امام بخاری)۔

عطیہ بن عروہ سعدیؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یقیناً غصہ شیطان (کی طرف) سے ہے اور یقیناً شیطان آگ سے تخلیق کیا گیا ہے اور یقیناً آگ کو پانی کے ساتھ بجھایا جاتا ہے ۔سو جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وہ وضو کرے"۔(رواہ ابو داؤد)

جب آپ کو غصہ آئے یا آپ کسی کو غصے میں محسوس کریں تو یاد رکھیں کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے جس نے اللہ کی عظمت کی قسم کھا کر کہا کہ وہ آدم کی ساری اولاد کو گمراہ کر کے چھوڑے گا۔

(سورہ ص 82) شیطان کو ناکام کرنے کے لئے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھی کو CoolDown کریں

"اے نبی ﷺ جواب دو برائی کا اس طریقے سے جو بہتر ہو ہم خوب جانتے ہیں ان باتوں کو جو یہ بنا رہے ہیں اور دعا کروائے میرے مالک! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں شیاطین کے وسوسوں سے اور اے میرے ربّ! میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ وہ میرے پاس آئیں (بوقت موت)۔(المومنین 98-96) تکلیف دینے والی بات کے جواب میں اچھی بات کہنا مشکل ہے ۔اس کے لئے اللہ تعالٰی سے پناہ مانگی جائے تا کہ شیطان غصے کو نہ بھڑکائے۔

ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آ جائے اور وہ کھڑا ہوا ہو، تو وہ بیٹھ جائے ۔پھر اگر اس کا غصہ چلا جائے (تو ٹھیک) اور اگر نہیں تو وہ لیٹ جائے"۔ (رواہ امام احمد و الترمذی)

عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو خاموش رہا، نجات پا گیا"۔ (رواہ احمد الترمذی)

جس نے اپنے منہ کو بند رکھا، وہ غصے کے ہر شر سے نجات پا گیا۔ غصے کے وقت زبان درازی کرنے والے کا مسئلہ سلجھنے کے بجائے مزید الجھے گا۔

اللہ تعالٰی نے قرآن میں فرمایا: "اور اگر تم بدلہ لو،تو اس جیسا ہی بدلہ لو جو تکلیف تمہیں پہنچائی گئی ۔اور اگر تم صبر کر لو،تو یقیناً صبر کرنے والوں کے لئے یہ بہت بہتر ہے ۔اور صبر کرو اور تمہارا صبر تو اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔اور ان پر غم نہ کرو اور اس سے تنگ دل نہ ہو جو سازشیں وہ کر رہے ہیں ۔ یقیناً اللہ ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ جو نیک کام کرنے والے ہیں" (النحل 128-126)

ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ مظلوم ہے اور زیادتی دوسرے کی ہے۔انسان غصے میں کسی کی زیادتی کا بدلہ لینا چاہے تو اسے صرف کی گئی زیادتی جیسا ہی بدلہ لینا چاہیے اگر بدلہ بڑھ گیا تو گناہ ہوگا یہ انصاف کرنا مشکل ہے ۔اللہ نے فرمایا کہ صبر کرنا ،بدلہ لینے سے پرہیز کرنا اور معاف کر کے نیکی کرنا بہتر ہے ۔اللہ تعالٰی فرماتے ہیں "اور برائی کا بدلہ تو اس ہی جیسی برائی ہے ۔تو جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ تعالٰی کے ذمے ہے ۔یقیناً وہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا ۔"(الشوریٰ 40) غصے میں دل چاہتا ہے کہ زیادتی کا جواب اس جیسی زیادتی ہو لیکن جو معاف کر کے جھگڑے کو ختم کر دے اللہ نے اس سے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اور جو اپنے ربّ کی رضا کے لئے صبر کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے چھپا کر اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں اور برائی کو اچھائی سے ٹالتے ہیں ان ہی لوگوں کے لئے آخرت کا گھر ہے وہ ہمیشہ رہنے والے باغات میں داخل کئے جائیں گے اور ان کے آباؤاجداد اور ازواج (بیویاں یا شوہر) اور ان کی اولادوں میں سے جو بھی نیک ہوں گے اور فرشتے ان کے پاس (جنت کے) ہر دروازے سے آئیں گے (کہیں گے) تم نے جو صبر کیا اس کے لئے تم پر سلام ہو،تو آخرت کے گھر کا بدلہ کیا ہی خوب ہے"۔ (الرعد 24-22)

(بشکریہ ضربِ آہن)

عالمگیر محبت

(عبدالرشید ساھی)

شراب روح پرور ہے محبت نوع انسان کی
سکھایا اس نے مجھ کو مست بے جام وسبو رہنا

محبت ایک کیفیت او رجذبہ کا نام ہے زمین پر اگر کوئی چیز آسمانی ہے تو وہ صرف محبت ہی ہے محبت ہی کی بدولت اللہ تعالٰی نے زمین و آسمان کی رونقیں تخلیق فرمائیں ۔محبت کی طلب میں طمع اور خوف کی آمیزش ہوتی ہے مگر آسائشیں نہیں ہوتیں اس کی انتہاء میں نہ ثواب کا لالچ رہتا ہے نہ عذاب کا خوف ۔

مومن کا دل ربّ کریم کی محبت کا مسکن ہوتا ہے مگر دنیا کی محبت میں گرفتار دل طمع و لالچ سے بیمار دل حسن فانی سے سرشار دِل اور زینتِ دنیا میں برباد دل لافانی محبت کا متحمل نہیں ہوتا ، محبت،محبّ کی زندگی میں عجب رنگ دکھاتی ہے بقول شاعر:

پیار ایسی بہار لے آیا
میکدہ میں خمار لے آیا
پیار مانگا تھا عشق سے میں نے
وہ مجھے سوئے دار لے آیا
میں تیری بزم میں اے ساقی
دامن تار تار لے آیا

حسن آدم سے بے خبر ابلیس محبت سے محروم تھا وہ رحمت سے مایوس ہوا تو مردود قرار دے دیا گیا ۔ابلیس کا معبود تو تھا محبوب کوئی نہ تھا لعین ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے ۔انسان کی محبت کے بغیر خدا کا سجدہ انا کا سجدہ ہے خدا انسان سے محبت کرتا ہے اور ابلیس اور اس کے چیلے انسان سے محبت نہیں کر سکتے ،انسان سے محبت وہی کر سکتا ہے جس پر خدا مہربان ہو خدا تعالیٰ جب کسی پر بہت مہربان ہوتا ہے تو اسے اپنے بہت پیارے محبوب ﷺ کی محبت عطا کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سب سے بڑا احسان محبت ہے محبت کم ظرف اور کم نظر کا کام نہیں یہ عالی ظرف اور بلند نگاہ انسانوں کا کھیل ہے یہ بلند نصیب انسانوں کی بات ہے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے

کچھ لوگ خدا سے محبت کرتے ہیں صرف خدا سے اور بس !خدا کے بندوں سے نہیں خدائی مخلوق سے محبت نہ کرنے والوں کو خدا کیسے پسند کر سکتا ہے خدا کے حبیب ﷺ تو وہ ہیں جو مخلوق کے محبّ اور مخلوق کے محبوب ہیں اللہ کی محبت کا راز انسان کی محبت میں ہے اللہ معبود ہے اور انسان محبوب ۔اللہ کی راہ انسانوں کی راہ ہے وہ بھی انعام یافتہ انسانوں کی ۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہربان ہو گا عرش بریں پر

آج کے دور کا انسان محبت سے شناسا نہیں ہے وہ انسانوں سے مایوس ہو چکا ہے اسے کسی پر کسی حالت میں اعتماد نہیں وہ اپنے ماضی پر تو نادم ہے ہی اپنے مستقبل پر بھی نادم ہے ۔آج کا انسان مال و دولت کی محبت میں گرفتار ہے اسی کی پوجا کرتا ہے اس کے وصال سے خوش ہوتا ہے اس کے فراق سے ڈرتا ہے مال و زر کی محبت نے انسان کو اندھا کر دیا ہے ۔انسان کو غافل کر دیا ہے،

مال میں عجب حال ہے، پڑا رہے تو بے کار ہے اس کی افادیت اس کے خرچ میں ہے اس کے استعمال میں ہے۔ بے جان مال کی محبت جان دار انسان کو اخلاقی قدروں سے محروم کر دیتی ہے مال کی محبت مریض بناتی ہے اور مریض کی جیب بھر بھی جائے تو بھی دل خالی رہتا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتان وہم و گماں لا الہ الا اللہ
کیا ہے تو نے متاع غرور کا سودا
فریب وسود و زیاں لا الہ الا اللہ

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

جو انسان اللہ کی محبت میں غرق ہوتا ہے وہ اللہ کی ساری مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ جب وہ اللہ کو راضی رکھنا چاہتا ہے تو اللہ کے سارے گلشن حیات میں جو اس نے ترتیب دیا ہے اس میں سے فساد کو مٹانا چاہتا ہے۔ انسان کا دنیا میں آنے کا یہ ہرگز مقصد نہیں تھا کہ دنیا میں آ کر ایک دوسرے کا جگر چاک کریں، خون بہائیں یہ کام نہیں تھا انسان کا۔

تیرا درد میرا درماں تیرا غم میری خوشی
مجھے درد دینے والے تیری بندہ پروری ہے

مجھے درد سوز و گداز دے مجھے اپنے غم سے نواز دے
تیرا درد بھی میرے دل میں ہو مجھے دردِ دل کی دوا نہ دے

نبی مکرم ومحترم ﷺ کی آمد سے پیشتر یہ سارے کا سارا معاشرہ برائیوں کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا مگر آپ ﷺ کی آمد سے دنیا پریم ومحبت کے پر کیف نغموں سے گونج اٹھی یہ بوڑھا آسمان گواہ ہے کہ آپ ﷺ کی آمد سے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ کافروں کو بھی امن، انصاف اور عدل نصیب ہوا۔اس زمین کے ذرّے ذرّے کو، ان پہاڑوں کی بلندیوں کو، ان دریاؤں کی روانیوں کو، ان ندی نالوں، نہروں کو، ان گلشن اور گلزاروں کو، ہوا کے جھونکوں کو، نسیم سحر کو یہ دیکھنا نصیب ہوا کہ اس دھرتی کے لوگ خدائی خدمتگار بن گئے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

انسان کا کمال، کمال انسانیت پر فائز حضور اکرم ﷺ کا اتباع کرتے ہوئے اللہ کی محبت کا حصول ہے۔جو انسان اپنے آپ کو اللہ کے رنگ میں رنگ لیتا ہے اس سے عفو درگزر، حلم و برداشت، سخاوت وایثار اور مدد و خدمت جیسے فضائل کا اظہار ہونے لگتا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے جب بھی مثالی مومن کی پہچان کے بارے میں ارشاد فرمایا تو دوسرے انسانوں کے ساتھ اس کے رویے اور برتاؤ کو ہی برتری کا معیار قرار دیا آپ ﷺ نے اللہ کی محبت کے لئے اللہ کی مخلوق کی خدمت کا راستہ دکھایا۔

اللہ کے دین میں تمام عبادات اور کثرت ذکر کا مقصود ہی یہ ہے کہ کردار کی پختگی اور اخلاق کی سرفرازی عطا ہو جائے اللہ کی راہ میں جیسے جیسے انسان آگے بڑھتا جاتا ہے ویسے ویسے اس میں انسانوں کی خدمت کا جذبہ بھی ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

یہ حکمت ملکوتی ، یہ علم لاہوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ ذکر نیم شبی یہ مراقبے یہ سرور
تیری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

پروردگار عالم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے عقل او رشعور عطا فرمایا ہے اور پھر اس کے ذمے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا آئین مقرر فرمایا ۔موجودہ دور میں مسجدوں اور مدرسوں کی بہتات ہے نماز، روزے کا بڑا اہتمام ہے عمرہ اور حج بھی با رونق ہے صدقہ اور خیرات کرنے والوں کی کثرت ہے اگر نہیں ہے تو انسانیت کا درد نہیں ہے اگر درد ہے تو وہ غرض ہی غرض ہے۔ اسلئے میں آپ کو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے فورم مرکز تعمیر ملت پر دعوت دیتا ہوں اور خوش آمدید کہتا ہوں یہاں صرف اور صرف اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق انسانیت کی خدمت کا درس دیا جاتا ہے انسان کو انسان کے ساتھ محبت اور حسن سلوک کا پیغام دیا جا رہا ہے یہاں پر انسان کو مسلکوں اور غیر نصابی مسائل سے بے نیاز کر دیا جاتا ہے۔ یہاں پر نذرانوں کی وصولی نہیں کی جاتی اس فورم پر فلاح آدمیت کا درس دیا جاتا ہے ۔غصہ اور نفرت کی نفی کا درس، محبت اور صداقت کو اپنانے کا درس ۔لیکن جہاں محبت اور صداقت کا مقابلہ آن پڑے وہاں محبت کو صداقت پر قربان کر دینے کا درس دیا جاتا ہے مقصد من میں اتر جائے تو بندہ اللہ کا مقرب اور نبی مکرم کا دیوانہ بن جاتا ہے قرب الٰہی کے حصول کے لئے اتباع رسول ہاشمی ﷺ شرط ہے۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی ایک ماڈل کی حیثیت رکھتی ہے ۔عشق رسول اللہ کے مقام کو پانے کے لئے کسی اللہ والے کی نظر کرم کی ضرورت ہوتی ہے یہ عشق مرتضیٰ ﷺ کو پانے کا قریب ترین ذریعہ ہے

یہ نہیں مجھ کو خبر ہے کیا حقیقت کیا مجاز
دیکھ کر ان کو خدا کو یاد کر لیتا ہوں میں

جو اللہ کے فقیر ہوتے ہیں آدمی بے نظیر ہوتے ہیں۔ جن پہ ہو جائے ان کی نظر کرم وہ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اس فقیر کی نشاندہی کی ہے جو کہ اولی الامر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔ جس کی اطاعت ہمارا دین ہو جس کے لئے جان نثار کرنا شہادت ہو، رہبر وہ کہ دیدہ ور بھی ہو اور رازِ پنہاں سے باخبر بھی ہو، احکام قرآن کے تابع ہو اور صاحب تقویٰ ہو، علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

لب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمد ﷺ کا تمہیں پاس نہیں
پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی
تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی
کافر ہے تو ہے تابعِ تقدیر مسلماں
مومن ہے تو آپ ہے تقدیرِ الٰہی
میں نے تو کیا پردۂ اسرار کو بھی چاک
دیرینہ ہے تیرا مرض کور نگاہی

رمضان کی فضیلت

(طالب الهاشمی)

ماہ رمضان المبارک کے روزے مسلمانوں پر ۲ ہجری میں فرض ہوئے ۔اس سے پہلے مکی عہد رسالت میں (بعض حدیثوں کے مطابق) رسول اکرم ﷺ متواتر کئی کئی مہینوں تک روزہ رکھتے تھے لیکن ہجرت مدینہ کے بعد اس معمول میں تبدیلی آ گئی ۔ رمضان المبارک کے روزے فرض ہونے کے بعد اس مقدس مہینے کے علاوہ پورے مہینے کے روزے آپ نے مدینہ میں کبھی نہیں رکھے البتہ رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ دوسرے مہینوں میں آپ اکثر نفلی روزے رکھتے تھے ۔ ماہ شعبان کے زیادہ دنوں میں آپ (نفلی) روزہ سے ہوتے تھے ۔ آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ باقی گیارہ مہینوں میں ہر مہینے کی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کو جنہیں ایام بیض کہا جاتا ہے آپ ﷺ اکثر روزہ رکھتے تھے ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے ایام بیض کے روزے سفر و حضر میں کبھی نہیں چھوڑے ۔

(مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ نسائی)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کے دن اکثر روزہ رکھتے تھے" ۔ (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ نسائی و ترمذی)

رسول اکرم ﷺ ہر سال ماہ محرم کی دسویں تاریخ (عاشورہ) کو ضرور روزہ رکھتے تھے ۔
اسی طرح آپ ہر سال عید الفطر کے بعد ۲ شوال سے سات شوال تک چھ روزے بھی رکھتے تھے ۔
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھے' گویا اس نے تمام عمر

روزے رکھے۔(**صحیح مسلم**)

بعض روایتوں میں ہے کہ حضورﷺ جمعہ کے دن بھی روزہ رکھا کرتے تھے لیکن آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جو شخص جمعہ کے دن روزہ رکھے۔اسے چاہیے کہ وہ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ بخاری و مسلم)

اتفاق نفلی روزے مذکورہ نفلی روزوں کے علاوہ تھے۔یہ روزہ رکھنے کا اتفاق یوں ہوتا تھا کہ کبھی گھر تشریف لا کر آپﷺ پوچھتے کہ کچھ کھانے کو ہے۔اگر جواب نفی میں ملتا (یعنی کچھ نہیں) تو آپﷺ روزہ کی نیت کر لیتے اور فرماتے کہ آج میرا روزہ ہے۔ (سنن ابی داؤد)

دعائے مغفرت

بابا جان محمد یعقوب توحیدی کے چچازاد بھائی

ملتان سے خالد محمود بخاری کے بھائی ارشاد حسین بخاری

جڑانوالا سے شفیق صاحب کے چھوٹے بھائی محمد قاسم

اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں

ڈسکہ سے بھائی عبدالرشید ساہی کے بہنوئی اور بھانجا

ٹریفک حادثہ میں اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں

(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
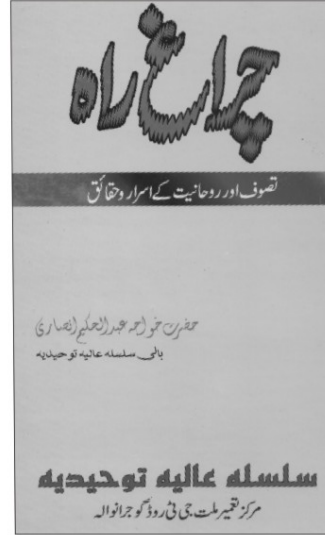
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
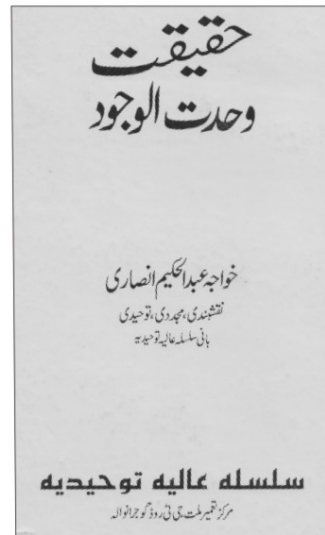
سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت ودوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
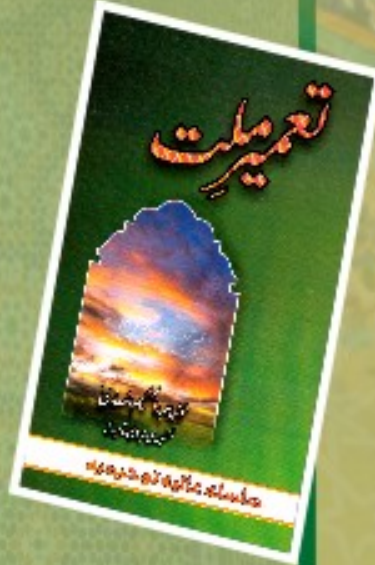
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com